مدح صحابہ

کے متعلق

آلسپ کمیٹی کی رپورٹ اور گورنمنٹ کا فیصلہ

مطبوعہ گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۳۸ء

معہ اعلانِ جدید

(مترجمہ)

مرزا زوار حسین فاضل منشی میرٹھی

ملنے کا پتہ

منیجر اقبال پبلشنگ ہاؤس ہادی منزل حسین آباد میرٹھ

قیمت فی کاپی ۲ر

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قضیۂ مدح صحابہ کے متعلق لکھنؤ میں جو ایک طویل عرصہ سے جاری ہے اس کی تحقیقات کرنے کے لئے گورنمنٹ نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس کے صدر آنریبل جسٹس آلسپ جج ہائی کورٹ الہ آباد ومبر مسٹر ایچ. ایس. راس سینئر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھے. اس کمیٹی کی مفصل رپورٹ گورنمنٹ گزٹ صوبہ متحدہ میں شائع ہو چکی ہے چونکہ ملک کا اردو داں طبقہ عام طور پر اس رپورٹ کی تفصیل سے پوری طرح واقف نہیں ہے اور بعض خود غرض اور ناعاقبت اندیش لوگ اپنی ذاتی اغراض کے ماتحت غلط بیانیوں کے ذریعہ ناواقف لوگوں میں غلط فہمی پھیلا کر ملک کی فضا کو خراب کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس لئے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ رپورٹ مذکور کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے تاکہ ہر انصاف پسند شخص کمیٹی مذکور کے منصفانہ فیصلہ پر غور کرے اور واقعات مندرجہ کو بچشم خود دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکے کہ ایک جماعت کے مذہبی رسوم میں دوسری جماعت کے بعض افراد کا جدید اختراعات کے ذریعہ دخل دینا اور بے جا ضد اور عدم رواداری کا مظاہرہ کرنا کہاں تک مبنی بر انصاف ہو سکتا ہے۔

مستقبل قریب میں جبکہ ہندوستان میں جدید اصلاحات نافذ ہونیوالی ہیں اور ملک کی ہر قوم و جماعت اپنی قومی تحفظات اور ترقی میں کوشاں ہے ایسے نازک ترین وقت میں مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کا باہم دست و گریباں ہونا بحیثیت مجموعی مسلمانانِ ہند کی انتہائی بدقسمتی ہے بقول ؎

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کاش مسلمانانِ ہند اب بھی بیدار ہوں اور دیکھیں کہ ہندوستان کے میدانِ سیاست کی وہ کون سی مقدس ہستیاں ہیں جو در پردہ اُن کے درمیان آتش نفاق کو بھڑکا رہی ہیں اور جنکا کانگریس کو خاص طور پر شکر گزار ہونا چاہیئے ؎

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

(ڈاکٹر اقبال مرحوم)

وما علینا الا البلاغ

خاکسار مترجم

رپورٹ مدح صحابہ کمیٹی ۱۹۳۷ء

(زیر صدارت آنریبل جسٹس آلسپ جج ہائیکورٹ الہ آباد و مسٹر ایچ ایل س سینیر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ممبر منتظمہ ڈویژن گورم)

ہز ایکسی لینسی گورنر بہادر صوبہ نے ہم کو قضیہ مدح صحابہ کی تحقیقات کے لئے جو شیعہ سنیوں کے درمیان باعث نزاع ہے مقرر کیا تھا تاکہ ہم مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں :-

اوّل - کیا حال کے واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ ریزولیوشن مورخہ ۷ جنوری ۱۹۰۹ء کے اصول اور پالیسی میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے ؟

دوم - کیا وہ طرز عمل جو لکھنؤ کے حکام ضلع نے بسلسلہ انتظام اس بارے میں اختیار کیا ہے قابل ترمیم ہے ؟

اس قضیہ کی نوعیت کو ظاہر کرنے کے لئے جس کا ہم کو فیصلہ کرنا ہے اس امر کی ضرورت ہے کہ تاریخ اسلام کے کچھ ابتدائی واقعات کا حوالہ دیا جائے - پیغمبر اسلام کے انتقال کے بعد اسلام کی قیادت یکے بعد دیگرے (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان (اور (حضرت) علی کے حصہ میں آئی جو آپ کے جانشین یا خلیفہ ہوئے سنیوں کے قول کے مطابق ان چاروں خلفاء کو پبلک نے باقاعدہ منتخب کیا تھا لیکن شیعوں کے نزدیک پہلے ہر سہ خلفاء غاصب تھے بشیعہ اصول الکشن کو تسلیم نہیں کرتے ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ نے (حضرت) علی کو اپنا جانشین نامزد فرما دیا تھا جو رسول اللہ کے انتقال کے بعد حقیقی خلیفہ اور جانشین تھے (حضرت) علیؑ رسول اللہ کے داماد تھے کیونکہ ان کی شادی رسولؐ کی اکلوتی صاحبزادی (حضرت) فاطمہؓ کے ساتھ ہوئی تھی (حضرت) علی کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی معاویہ نے جو شام کا گورنر تھا آپ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کی زندگی ہی میں اسلامی دنیا دو حصوں میں منقسم ہوگئی حضرت علی کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے کو مجبوراً معاویہ کے حق میں دست بردار ہونا پڑا اور معاویہ برسوں واحد خلیفہ کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا جب معاویہ مرگیا تو اس کا لڑکا یزید لعین دمشق میں اس کا جانشین ہوا حضرت علی کے چھوٹے صاحبزادے (امام) حسینؑ اس وقت مدینہ میں تشریف رکھتے تھے ان کو ترغیب دلائی گئی کہ آپ کوفہ چلے جائیں - یہ کوفہ وہی مقام تھا جسے حضرت علی نے اپنا پایۂ تخت بنایا تھا (امام) حسینؑ

کو یہ امید تھی کہ اہلِ کوفہ آپ کی مدد کریں گے لیکن درمیان میں یزید کی گورنر کی فرستادہ فوج نے آپ کا راستہ روک لیا اور کچھ ناکام گفت و شنید کے بعد آپکو مع آپ کی مختصر سی فوج اور بہت سے اعزاء کے دسویں محرم کو میدانِ کربلا میں نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

اولادِ رسول کی شہادت تمام مسلمانوں کی نظر میں ایک غمناک سانحہ ہے لیکن شیعوں کے لئے یہ شہادت ایک بہت ہی اہم حادثۂ عظیم ہے۔ شیعہ (حضرت) علی (امام) حسین (امام) حسن کی انتہائی عزت کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو بہ نظر نفرت و حقارت دیکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ پہلے ہر سہ خلیفہ (حضرت ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان نے اپنے تئیں حضرت علی کی مخالفت میں خلیفہ بنایا (حضرت) علی و ان کی بیوی پر جبر و تشدد کیا اور ایسی پالیسی کا اجرا کر کے اس پر عامل رہے جس کا نتیجہ کربلا کے اندوہناک حادثہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سنی ہر سہ خلفا کو اسلام کے جائز خلیفہ تسلیم کر کے ان کی انتہائی عزت کرتے ہیں سنیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بڑے ایماندار بہت نیک باہمت اور اسلام کے پھیلانیوالے تھے۔

شیعہ سنی عقائد کا یہ اختلاف موجودہ جھگڑے کی جڑ ہے جس کے متعلق ہم کو فیصلہ کرنا ہے۔ لکھنؤ میں ان ہر دو فرقوں کے درمیان ۱۹۰۵ء سے اس نزاع کی ابتدا کہی جا سکتی ہے شیعوں میں شہادت امام حسین کی یادگار ہر سال تین روز خاص طور پر منائی جاتی ہے یعنی عشرہ (دسویں محرم) جس روز حادثہ کربلا رونما ہوا۔ چہلم یعنی حادثہ کربلا کا چالیسواں دن اور اکیس رمضان جو حضرت علی کی شہادت کا دن ہے یہ یادگاریں اس طرح منائی جاتی ہیں کہ تعزیئے (شبیہ روضۂ امام حسین) اور دوسرے نشان جو اس غمناک واقعہ کی یاد دلاتے ہیں۔ بہ شکل جلوس نکالے جاتے ہیں یہ تعزیئے ان مقامات پر لے جائے جاتے ہیں جو کربلا کے نام کو موسوم ہوتے ہیں اور وہاں دفن کر دیئے جاتے ہیں۔ شیعوں کے نزدیک یہ انتہائی رنج و غم کے دن ہیں وہ اپنے ان جلوسوں کے ہمراہ سر و پا برہنہ سیاہ لباس پہنکر ماتم و زاری کرتے ہوئے گذرتے ہیں ان کے لئے یہ ماتمی جلوس خالصاً مذہبی فرائض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سنی (حضرت) علی کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور نواسۂ رسول ہونے کی حیثیت سے (امام) حسین کی عزت کرتے ہیں لیکن ان کے متعصب مذہبی پیشواؤں کی تعلیم کی بنا پر تعزیہ کے جلوس میں حصہ لینا گناہ ہے۔ اہلِ سنت کے خیال میں ان علامات کا اظہار جن سے غم ظاہر ہوتا ہو ممنوع ہے اور وہ تعزیوں کو بت پرستی کی ترغیب کا ذریعہ خیال کرتے ہیں یہ سچ ہے کہ اس تعلیم کے باوجود بھی بہت سے سنی تعزیوں کا جلوس نکالتے ہیں لیکن وہ ان تعزیوں کا اس قدر احترام نہیں کرتے جس قدر کہ شیعہ کرتے ہیں وہ تعزیئے غم کی یاد تازہ کرنے کے لئے نہیں نکالتے بلکہ ایک اسلامی ہیرو کی یادگار کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

۱۹۰۵ء تک لکھنو کے شیعہ و سنی اپنے تعزیئے ایک ہی خاص کربلا میں لے جایا کرتے تھے جو کربلائے تالکٹورہ کے نام سے موسوم ہے۔ رفتہ رفتہ یہ حالت ہوگئی تھی کہ اس کربلا کو جانے والی سڑک کے ہر دو جانب جو باغات اور کھیت ہیں وہاں ان ایام میں میلہ لگنے لگا تھا چھوٹی بڑی دکانیں لگتی تھیں اور ہنڈولے جھولے و چکر وغیرہ تفریح و انبساط کے لئے لگائے جاتے تھے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بازاری عورتیں نہ صرف تعزیئے کے راستہ ہی سے گذرتی تھیں بلکہ اپنے خیمہ صاف جگہ پر ایستادہ کرتی تھیں جہاں وہ تماش بینوں کی خاطر تواضع کرتی تھیں فطرتاً یہ باتیں شیعوں کو ناگوار تھیں کیونکہ وہ ان دنوں کو ایام غم خیال کرتے تھے چونکہ ان جلوسوں کا انتظام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے زیر نگرانی تھا اس لئے ۱۹۰۵ء کے چہلم پر شیعوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے یہ درخواست کی کہ وہ ان حرکات کا سدباب کریں اور ان باتوں کو ممنوع قرار دیں جو ان ایام غم کے منافی ہوں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سلسلہ میں جو احکامات جاری کئے اس وقت ان سے کسی قسم کی بے چینی و بے اطمینانی پیدا نہیں ہوئی۔ ۱۹۰۶ء میں اس بات کی کوشش کی گئی کہ عشرہ کے لئے اور زیادہ سخت قواعد نافذ کئے جائیں۔ بالکل ہی آخری وقت میں سنیوں کی ایک جماعت نے ان احکامات کے خلاف احتجاج کیا اور اس جھگڑے کا فیصلہ اس طرح کیا گیا کہ ایک علیحدہ اراضی سنیوں کی کربلا کے لئے دیدی گئی جہاں یہ لوگ اپنے تعزیئے لے جاتے تھے اس علیحدگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنیوں کی جانب سے یہ تحریک شروع ہوئی کہ شیعہ اور سنیوں کے جلوس میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے اس قسم کے اشعار پڑھنا شروع کئے جو چار یاری کے نام سے موسوم تھے یہ اشعار چاروں خلفاء کی تعریف میں ہوتے تھے جن کو وہ باہم ایک دوسرے کے اور رسول اللہ کے یار و اصحاب کہتے تھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان نظموں میں کچھ ایسے اشعار بھی تھے جو شیعوں کے لئے اس واسطے قابل اعتراض ہوتے تھے کہ ان میں شیعہ اور ان کے عقائد کی مذمت ہوا کرتی تھی شیعوں نے اس کے جواب میں تبرا کہنا شروع کر دیا یعنی ایسے اشعار پڑھتے تھے جن میں پہلے تین خلفاء کی مذمت ہوتی تھی شیعہ اور سنیوں کے تعلقات بہت کشیدہ ہوگئے اور ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء میں ان کے درمیان بلوہ ہوگیا فریقین کے مطالبات کی تحقیقات کرنے کے لئے ۱۹۰۸ء کے آخر میں گورنمنٹ نے ایک کمیٹی زیر صدارت مسٹر ٹی سی پگٹ آئی سی ایس مقرر کی اس کمیٹی کے سامنے ایک سوال یہ بھی تھا کہ آیا چار یاری نظموں کا پڑھنا گوارا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ دسمبر ۱۹۰۸ء کے آخر میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر دی اس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اس قسم کی نظمیں جو اس طرح سے پڑھی جائیں ان کا منشا یہ ہے کہ تعزیئے کے جلوس کو چار یاری جلوس یا چاروں خلفاء کے اعزازی جلوس میں تبدیل کر دیا جائے اور ۱۹۰۶ء کی بابت سے کمیٹی مذکور نے سفارش کی کہ اس بات کی عام ممانعت ہونی چاہیئے کہ ان تین دنوں میں یعنی عشرہ، چہلم، اور اکیس رمضان کو منظم طور سے یہ

نظمیں نہ پڑھی جائیں۔

شیعوں کا مطالبہ یہ ہے کہ اس قسم کی نظموں کا پڑھا جانا ان کے لئے ہر وقت اور ہر زمانہ میں دلآزار ہے کمیٹی کا خیال تھا کہ مذکورہ تین دن کے علاوہ ہر سہ خلفا کی پبلک میں مدح پڑھنے کا سوال معمولی قانون پر چھوڑ دیا جائے۔ کمیٹی کے ایک سنی ممبر نے اس پر اختلافی نوٹ بھیج کیا تھا لیکن گورنمنٹ نے ایک ریزولیوشن (گورنمنٹ آرڈر نمبری $\frac{14}{1055-111}$ مورخہ ۱ر جنوری ۱۹۰۹ء) شائع کیا جس میں اس نے کمیٹی کی اکثریت کی سفارش کو منظور کیا۔ گورنمنٹ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ تعزیوں کے جلوس کے ساتھ چاریاری نظموں کے پڑھنے کی ممانعت کردی جائے اور یہ اضافہ کیا کہ اس ممانعت کی اس طرح توسیع کی جائے کہ یہ نظمیں کسی عام مقام یا مجمع میں ان تین تاریخوں (عشرہ، چہلم اور ۲۱ر رمضان) میں نہ پڑھی جاسکیں۔ اہل سنت گورنمنٹ کے اس ریزولیشن سے مطمئن نہیں ہوئے اور ۱۹۰۹ء کے چہلم میں انہوں نے گورنمنٹ کے ان احکام کی نافرمانی کی جو پولیس نے فیصلہ مذکور کے تحت میں شائع کئے تھے۔ انجام کار بہت سے سنی گرفتار ہوئے ان پر مقدمات چلائے گئے اور انہیں پولیس ایکٹ اور بلوہ کے جرم میں سزائیں ہوئیں چونکہ اس مسئلہ پر شہر میں بہت جوش و خروش پھیلا ہوا تھا ڈپٹی کمشنر مسٹر ریڈی نے ایک اعلان شائع کیا جس میں یہ واضح کیا کہ پہلے تین خلفا کی مدح کی عام طور پر ممانعت نہیں کی گئی اور پابندی صرف تین دن یعنی عشرہ، چہلم اور ۲۱ر رمضان کے لئے عائد کی گئی ہے دوسری تاریخوں میں پولیس ایکٹ کے مطابق لائسنس حاصل کرنے کے بعد یہ نظمیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ لیجسلیٹو کونسل میں اس اطلاع کے متعلق سوالات کے جواب دیئے گئے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر ریڈی نے بعد میں اپنا اعلان واپس لے لیا۔ لیکن اب سنیوں کی طرف سے یہ عذر کیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں یہ معاملہ بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ کوئی جلوس بعد حصول لائسنس ان نظموں کے پڑھنے کے لئے نہیں نکالا گیا۔ بلاشبہ ۱۹۱۱ء میں سنیوں کی جانب سے ایک درخواست اس قسم کے جلوس نکالنے کی اجازت کے لئے ڈپٹی کمشنر کے سامنے پیش کی گئی تھی جو خارج کردی گئی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں کوشش کی گئی کہ لفٹننٹ گورنر سر جیمس مسٹن کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ۱۹۰۹ء کے ریزولیوشن پر نظر ثانی فرمائیں لیکن یہ کوشش بھی کامیاب نہیں ہوئی اس کے بعد فریقین کے درمیان ۲۴ر مئی ۱۹۳۵ء یوم چہلم تک کوئی جھگڑا نہیں ہوا جبکہ دو آدمیوں نے اپنے کو خلفا کی مدح کرکے گرفتاری کے لئے پیش کیا اور سنیوں کو اس حکم کی خلاف ورزی کرنے کی ترغیب دی جو مدح خلفا کی نظموں کے پڑھنے کے متعلق تھا گورنمنٹ کے ریزولیوشن ۱۹۰۹ء کے بعد سے ہر سال اس قسم کے احکامات شائع ہوتے رہے۔ مذکورہ بالا ہر دو آدمیوں سے زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ضمانت طلب کی گئی۔ سال ۱۹۳۶ء کے عشرہ کے دن یعنی ۳ر اپریل ۱۹۳۶ء تک کوئی بات وقوع

میں نہیں آئی جبکہ دو سنیوں نے جان بوجھ کر چوک کے اندر پہلے تین خلفا کی مدح پڑھ کر پولیس کے احکام کی خلاف ورزی کی وہ گرفتار کئے گئے اور انہیں سزا دی گئی لیکن ۱۳؍مئی یعنی جہلم کے دن پھر اس جرم کا اعادہ کیا گیا اور ۴۴ آدمی گرفتار کئے گئے اس وقت یہ ایجی ٹیشن کہ ان نظموں کے پڑھنے کی اجازت دی جائے جو مدح صحابہ کے نام سے یا صحابہ رسولؐ کی تعریف کے نام سے موسوم تھیں پوری قوت سے جاری تھی سنیوں نے بارہ وفات کے موقعہ پر یعنی رسول اللہ کی ولادت کے دن ۳؍جون ۱۹۳۶ء کو ایک جلوس نکالنے کی تجویز کی جس میں اس قسم کی نظمیں پڑھی جانے والی تھیں چونکہ شیعوں کو بھی اس جلوس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی اور وہ اس جلوس میں شرکت پر رضامند بھی ہو گئے تھے۔ اس لئے ڈپٹی کمشنر کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں نقص امن نہ ہو جائے انہوں نے حسب دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری اس جلوس میں مدح صحابہ پڑھنے کی ممانعت کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جلوس ۱۲؍جون کے لئے ملتوی کر دیا گیا اس روز ایک جلوس نکالا گیا جس میں قرآن کی کچھ آیات پڑھی گئیں جن میں اصحاب رسول کی بغیر ان کے نام کے تعریف تھی اور جن کے متعلق سنیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ پہلے تین خلفا کی مدح میں ہیں۔ اس واقعہ سے شیعوں میں جن کو یہ خیال ہوا تھا کہ جلوس میں مدح صحابہ پڑھی گئی بہت جوش پیدا ہوا لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک اعلان کے ذریعہ صحیح واقعات کا اظہار کیا جس سے ان کے جذبات فرو ہو گئے بعض سنیوں نے اس کے بعد اس سے بھی زیادہ براہ راست کارروائی شروع کی انہوں نے طے کر لیا کہ ہر جمعہ کو ٹیلے والی مسجد سے مدح صحابہ پڑھتے ہوئے جلوس نکالے جائیں اس قسم کے جلوس نکالنے کی کوشش کی گئی پہلے حسب دفعہ ۱۰۷ ضابطۂ فوجداری ان کے خلاف کارروائی کی گئی لیکن بعد کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ہر جمعہ کو زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری احکام جاری کر کے اس قسم کے جلوس کی ممانعت کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ ان احکام کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کی گئی مجرموں کو گرفتار کیا گیا اور حسب دفعہ ۱۸۸ تعزیرات ہند جس کے ذریعہ ان لوگوں کو سزائیں دی جا سکتی تھیں جو مجسٹریٹ کے حسب قانون جاری کردہ احکام کی خلاف ورزی کریں ان مجرموں کو بھی سزائیں دی گئیں تین ماہ سے کچھ زائد مدت تک یہی صورت حال جاری رہی۔ اس کے بعد سنیوں نے ایک ایڈریس یا میموریل ہز ایکسیلنسی گورنر کی خدمت میں پیش کیا تاکہ ان کی شکایات کا ازالہ ہو سکے اور انہوں نے اس امر پر رضامندی ظاہر کی کہ جب تک ان کا معاملہ حکومت کے زیر غور رہے گا وہ پبلک مقامات پر مدح صحابہ نہیں پڑھیں گے ان کے اس اطمینان دلانے پر گورنمنٹ نے ان ملزمین کو جو سزایاب ہو چکے تھے رہا کر دیا اور جن پر جرمانے کئے گئے تھے ان کے جرمانے معاف کر دیئے گئے۔

۱۴؍نومبر ۱۹۳۶ء کو سنیوں کا میموریل ہز ایکسیلنسی گورنر کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس کے بعد ۱۹؍دسمبر ۱۹۳۶ء کو ایک شیعہ میموریل ہز ایکسیلنسی کی خدمت میں پیش ہوا ان میموریلز کے پیش کئے جانے کے

بعد یہ کوشش کی گئی کہ باہمی رضامندی سے ان تنازعات کو تصفیہ کرادیا جائے۔ چیف سیکریٹری نے فریقین کے لیڈروں سے گفتگو کی لیکن اس مسئلہ کا کوئی حل نہ نکل سکا اور باہمی تصفیہ ناممکن معلوم ہوا جب یہ تمام کوششیں ناکام رہیں تو موجودہ کمیٹی مقرر کی گئی۔

ہم نے ۲۴ اپریل سے کارروائی شروع کی اور ہر ممکن کوشش کی کہ فریقین کے نمائندوں سے ان کے خیالات معلوم کیئے جائیں اور ہمارا خیال ہے کہ کوئی ایسا طبقہ باقی نہیں رہا جس کی رائے ہمارے سامنے پیش ہونے سے رہ گئی ہو۔ کمیٹی کی کارروائیوں کے آخر میں ہم کو بعض ایسے خطوط ملے جن میں اس تنازعہ پر بحث کی گئی تھی لیکن ان میں کوئی ایسا خیال ظاہر نہیں کیا گیا تھا جو ہمارے سامنے پیش نہ ہو چکا ہو۔ ابتدائی بحث کے دوران میں یہ ظاہر ہوا کہ اس موقعہ پر صلح و آشتی سے کوئی تصفیہ ہونا ناممکن ہے۔ تب ہم نے فریقین کی وہ شہادتیں جسے فریقین پیش کرنا چاہتے تھے لیں اور کئی روز تک بحث سنی ہم فریقین میں سے ان حضرات کے نہایت مشکور ہیں جنہوں نے اپنا کافی وقت صرف کیا اور فریقین کے خیالات کو ہمارے سامنے پیش کرنے میں بہت زیادہ زحمت برداشت کی۔ ہمیں امید ہے کہ ہم نے ان کے دلائل کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اگر ہم ان کے تمام دلائل کو تسلیم نہ بھی کر سکے تب بھی ہم ان کو منصفانہ حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

پہلی تنقیح جسکا فیصلہ ہمارے متعلق کیا گیا ہے یہ ہے کہ آیا اس اصول اور پالیسی میں جو گورنمنٹ ریزولیوشن مورخہ ، جنوری ۱۹۰۹ء میں طے کی گئی ہے کسی ترمیم کی ضرورت ہے۔ ہم نے سرسری طور پر یہ پہلے ظاہر کردیا ہے کہ اس ریزولیوشن میں کیا تھا لیکن اب ہم کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس ریزولیوشن کے بعض حصوں کی تعبیر کے متعلق سنیوں اور شیعوں کے درمیان اختلاف ہے گورنمنٹ کے اس ارادے کے متعلق جو ہر سہ موسم یعنی عشرہ، چہلم، اور ۲۱ رمضان کے متعلق ظاہر کیا گیا کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ ریزولیوشن میں کہا گیا ہے کہ :-

"فی الحقیقت سنت سے سنت عقیدہ رکھنے والے سنی کیلئے بھی دلائل کے ماتحت رہ کر یہ کہنا ناممکن ہے کہ اس کے ہم مذہبوں کو لکھنؤ میں کیونکر یہ حق حاصل ہے کہ انہیں شاہراہ عام پر جس جلوس میں شرکت کی اجازت (امام) حسینؑ کی شہادت کی یادگار کے سلسلہ میں حاصل ہوتی ہے وہ اس جلوس کو خلاف وقت اور بغیر اجازت خلیفہ (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان کے متعلق اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنالیں اور اس جلوس کے ذریعہ ان کے متعلق اپنے جذبات کو ظاہر کریں کمیٹی کی نشست سے جس سے لفٹنٹ گورنر بھی اچھی طرح متفق ہیں یہ ہے

کہ اس غلطی کی اصلاح کی جائے اور اہل سنت لکھنؤ کے ان فروری حقوق میں جو
ہز مجسٹی کی رعایا ہونیکی حیثیت سے اپنے مذہبی فرائض کا مناسب موقعہ پر مناسب مقام
پر اعلان کرنے کے حاصل ہیں دخل اندازی نہ کی جائے اگر سنی گواہان کی شہادتوں کا
جو کمیٹی کے روبرو پیش ہوئی ایک ایک لفظ بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ سوال اپنی
جگہ پر قائم رہیگا کہ وہ غلط عمل جس کے ذریعہ سے محرم کے رسوم کی نوعیت ہی بالکل
بدل جائے بغیر ان کارروائیوں کے جو بلکٹ کمیٹی کی اکثریت نے تجویز کی ہیں کسطرح
درست ہو سکتا ہے۔ بہرحال موجودہ صورت میں لکھنؤ کے جذبات کو دیکھتے ہوئے
لفٹنٹ گورنر مجبور ہیں کہ وہ کمیٹی کی تجاویز کو صرف شکایت کردہ غلطی کے ازالہ کا واحد
عملی حل سمجھکر منظور فرمائیں "

کمیٹی نے سفارش کی کہ چار یاری (مدح صحابہ) نظموں کو تعزیہ وعلم یا دوسرے مسلم جلوس کے راستہ یا اس
کی سماعت میں پڑھنے کی ممانعت کر دی جائے۔ شیعوں نے اسپر احتجاج کیا کہ یہ امتناع کافی طور پر وسیع نہیں ہے،
ان کی یہ خواہش تھی کہ گورنمنٹ سے یہ اعلان حاصل کریں کہ پہلے تین خلفا کی مدح شاہراہ عام پر ہر موقعہ و ہر
زمانہ میں اشتعال انگیز ہے اور امن عامہ کے مقابلہ میں ایک جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔ گورنمنٹ ریزولیوشن
کہتا ہے کہ بظاہر گورنمنٹ کے لئے یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا اعلان کرے کیونکہ جس طرح شیعوں کو حق
حاصل ہے اسی طرح سنیوں کو بھی اس کا حق ہے کہ وہ حسب دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند اپنے خاص خاص
مذہبی عقائد مناسب موقعہ پر مناسب طریقہ سے ظاہر کر سکیں۔ شیعوں نے یہ بھی خواہش ظاہر کی تھی کہ
صحابہ پڑھنے کی ممانعت کے احکام میں "کسی پبلک سڑک یا پبلک مقام پر اجتماع" کے الفاظ کے بجائے
یہ الفاظ رکھے جائیں کہ .... "کسی تعزیہ، علم، یا دوسرے اسلامی جلوس کے یا کسی ایسے جلوس کی
سماعت میں" گورنمنٹ نے اس اعتراض کو اصولاً تسلیم کر لیا ہے۔ ریزولیوشن میں کہا گیا ہے کہ "مقصد
یہ ہے کہ سنیوں کو ان تاریخوں میں اس بہانہ سے اجتماع کرنے اور یکجا ہونے سے روکا جائے۔ امام حسینؑ
کے احترام میں محرم کے عام جلوس میں شرکت کریں اور بعد میں اس اجتماع کو چار یاری مظاہرے کی شکل میں
تبدیل کر دیں یہ وہ غلط طرز عمل ہے جسکا کمیٹی مقابلہ کرنا چاہتی ہے یعنی کسی مجمع یا پبلک مقام پر ان آزاد نظموں
کے گانے کی ممانعت ضروری ہے اور اس اصول کے ماتحت ہے جسپر کہ کمیٹی کی اکثریت کی رپورٹ مبنی ہے
کہ ان تین دنوں میں جسکا اعلان میں حوالہ ہوتا ہے۔ سڑکوں یا پبلک مقامات پر صرف ان جلوسوں اور اجتماعات
کی اجازت دی جائے جو کہ سابقہ دستور کے مطابق شہادت (امام) حسینؑ کے متعلق ہوں

گورنمنٹ کے خیالات قلمبند کرنے کے لئے بجائے ان الفاظ کے کہ "کسی پبلک سڑک پر" یہ الفاظ بڑھا دیئے گئے "کسی راستہ میں جہاں سے تعزیہ، علم یا کوئی دوسرا مسلم جلوس گذرتا ہو یا ایسے جلوس کی سماعت میں" اس ریزولیوشن کے بعد بھی ایک ضمیمہ شائع کیا گیا جس میں کہ نوٹس کا مسودہ بیچ عشرہ چہلم اور ۱۲ رمضان کے حالات پر قابو پانے کے لئے حکام کی جانب سے جاری ہونا چاہیئے اس مسودہ کی دفعہ ۱ کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

> کوئی نظم یا عبارت خاص اس قسم کے الفاظ سے جن سے مدح ہوتی ہو یا جسکا مقصد خلفاء حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کا احترام ہو کسی شخص کی طرف سے کسی راستہ میں جہاں سے تعزیہ یا کوئی دوسرا مسلم جلوس گذرتا ہو یا ایسے جلوس کی سماعت میں آ سکیں نہیں پڑھے جا سکتے اور نہ کسی دیگر پبلک مقام پر کسی اجتماع میں ادا کیے جا سکتے ہیں۔"

اس دفعہ کے معنی صاف طور پر ظاہر ہیں اور حقیقتاً اس میں کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے معنی اس خیال میں ہیں کہ امتناع اس سے زائد وسیع ہے جسقدر کہ فی الحقیقت ہے کسی فرد واحد کو جو کسی اجتماع میں شریک نہ ہو کسی پبلک مقام پر مدح صحابہ کی ممانعت نہیں ہے سوائے تعزیہ یا دیگر مسلم جلوس کے راستہ میں یا اس کی سماعت میں۔ ممانعت اجتماع اور دیگر پبلک مقامات کے لئے ہے۔

سنیوں کی جانب سے یہ کہا گیا ہے کہ گورنمنٹ کے ریزولیوشن کا یہ منشا نہیں ہے کہ مدح صحابہ کی کسی مجمع یا جلوس کے ساتھ کسی پبلک مقام پر سوائے ان تین روز کے جن کا حوالہ دیا گیا ہے ممانعت کی جائے۔ اس مسئلہ کا حوالہ گورنمنٹ ریزولیوشن کی دفعہ ۱۱ میں ہے جو حسب ذیل ہے :-

> "اب یہ امر قابل غور ہے کہ کیا شیعہ ممبران کمیٹی اس دعویٰ میں حق بجانب ہیں کہ امتناع مدح صحابہ کی توسیع دو ماہ دس دن کے لئے کر دی جائے جس میں رسوم محرم ادا کئے جاتے ہیں لفٹننٹ گورنر کا خیال ہے کہ جو میموریل شیعہ جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا ہے اور ان کی جانب سے جو شکایت ظاہر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سنیوں کے جلوس جھنڈے لے کر چار یاری نظم گاتے ہوئے چہلم اور چہلم کے چند روز پیشتر سے نکلتے ہیں۔ کمیٹی کے سامنے دوران تحقیقات میں جن لوگوں نے شیعوں کی جانب سے پیروی کی انہوں نے اپنی پوری قوت اس پر صرف کر دی کہ کسی طرح بھی چار یاری نظم کی اجازت نہ دینی چاہیئے خواہ وہ ایک ہی آدمی کیوں نہ پڑھے اور اسکا مکمل امتناع

ہونا چاہیئے۔ انہوں نے اس کی کوئی کوشش نہیں کی کہ اپنے میموریل میں جو خاص شکایت کی ہے اس کی حقیقت کو بھی ظاہر کرتے یعنی عشرہ اور چہلم کے علاوہ اور دنوں میں منظم چار یاری جلوس کا نکالا جانا۔ لفٹنٹ گورنر اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کمیٹی نے کوئی طریقہ اس خاص شکایت کو دور کرنے کے لئے نکالنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اس مسئلہ پر ان کی توجہ توت کے ساتھ کبھی مبذول نہیں کرائی گئی بہر حال اگر اس قسم کی کارروائی کی کوشش ماضی میں کی گئی یا مستقبل میں ایسی کوشش کی جائے تو وہ واضح طور پر قابل اعتراض ہے اور حکام متعلقہ کو اس کے انسداد کی تدابیر اختیار کرنی چاہیئے۔ لکھنؤ میں جو احکام پبلک اسٹریٹ جلوس نکالنے کے متعلق نافذ ہیں ایسے جلوس بھی ان احکام کے مطابق ڈپٹی کمشنر کو پہلے سے نوٹس دینے اور ان کے منظور شدہ انتظامات کے بعد نکالے جاسکتے ہیں ان احکام کا تعلق انہیں منظم اجتماعات سے ہے جو پبلک مقامات پر کئے جائیں اور اگر یہ اجتماعات خود ایک جدید نوعیت رکھتے ہوں اور بظاہر ان کا یہ منشا ہو کہ ان کے ذریعہ اشتعال دلاکر فساد کرایا جائے تو ان کی کسی زمانہ میں بھی اجازت نہیں دی جاسکتی چہ جائیکہ زمانۂ محرم میں:۔۔۔
ایک عام اعلان کرنا' جس کے ذریعہ ہر وہ شخص قابل تعزیر قرار دیدیا جائے جو کسی پبلک مقام پر کسی حالت میں بھی پہلے تین خلفا کی مدح کا گیت گائے یا واضح الفاظ میں ایسے جملے پڑھے یہ ایک ایسا قدم ہے جسکو گورنمنٹ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہے جیسا کہ کمیٹی کی اکثریت نے ریمارک دیا ہے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند شہر لکھنؤ میں منسوخ نہیں ہے کوئی شخص جو جان بوجھ کر کوئی لفظ اس ارادہ سے استعمال کرے کہ دوسرے کے مذہبی جذبات مجروح ہوں مستوجب سزا ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ یہ ثابت کردے کہ اس کا یہ فعل تعزیرات ہند کی استثنا کے تحت میں آتا ہے۔"

ہم نہیں خیال کرتے کہ گورنمنٹ کے ارادوں کے متعلق کوئی معقول شبہ ہو سکتا ہے اس کا ارادہ واضح طور پر یہ تھا کہ وہ دو امتیازات قائم کردے ایک امتیاز تین اہم دنوں اور سال کے دوسرے دنوں کے درمیان اور دوسرا امتیاز منظم جلسوں میں نظمیں پڑھنے اور علیحدہ علیحدہ انفرادی طور پر نظمیں پڑھنے کے درمیان وہ واضح احکام صرف ان تین دنوں کے لئے منظور کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے پہلے ہی واضح کردیا ہے کہ ان احکام کے مفہوم میں

کوئی شبہ نہیں ہو سکتا جنہیں اب مدح صحابہ کی نظمیں کہا جاتا ہے ان کے اجتماعات کے ساتھ پڑھنے کی تمام پبلک مقامات پر تین تشریح شدہ دنوں کے لئے ممانعت کردی گئی تھی ایسی ایسی نظموں کا علیحدہ علیحدہ انفرادی طور پر پڑھنا صرف ان راستوں میں جدھر سے تعزیے یا دوسرے مسلم جلوس نکلیں یا ایسے جلوسوں کی سماعت کے اندر عام طور پر ممنوع کر دیا گیا تھا یہ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ مخصوص افراد کی انفرادی حیثیت سے ایسی جارحانہ نظم خوانی کا تدارک عام کیا مروجہ قانون کے ماتحت کیا جا سکے گا اور یہ سال کے کل دنوں کے لئے صحیح ہوگا اسی طرح ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ گورنمنٹ کا منشا یہ تھا کہ وہ کل جلوس اور اجتماعات جن میں مدح صحابہ پڑھی جانے والی ہو۔ علاوہ عشرہ چہلم اور اکیس رمضان کے اور تمام دنوں میں بھی لازماً ممنوع قرار دیدیئے جائیں ہمیں اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومت صرف یہ پالیسی متعین کر رہی تھی کہ اس طرح کے اجتماعات کی اجازت نہیں دی جا سکتی جو صرف انیوویشن (امر جدید) ہی نہ ہوں بلکہ جن سے امن وامان کے انتشار کا قرینہ بھی ہو

ہماری رائے میں یہی وہ اصول اور پالیسی ہے جسے ہمیں جانچنا ہے۔ مدح صحابہ پڑھنے کے متعلق ہر پابندی پر سنی معترض ہوتے ہیں وہ دلیل میں کہتے ہیں کہ ہندوستان میں تمام شہری جلوس نکالنے کا قانونی حق رکھتے ہیں اور مجسٹریٹوں کو قانونی حق میں مداخلت نہ کرنا چاہیئے۔ سوا اس فوری ضرورت کے مواقع کے جبکہ دوسرے ذرائع قیام امن کے لئے اختیار نہ کئے جا سکتے ہوں اور یہ کہ ان کا مقدمہ خاص طور پر اس لئے مضبوط ہے کہ ان کا ایک دینی حکم جس پر ہم آگے بحث کرینگے انہیں مجبور کرتا ہے کہ اب (جبکہ مدح صحابہ روکی گئی ہے) وہ لکھنؤ کی پبلک سڑک پر مدح صحابہ لازماً پڑھیں ورنہ وہ گنہگار ہو جائیں گے اپنے قانونی استدلال کی تائید میں انہوں نے بہت سے نظائر کا حوالہ ہمیں دیا ہے۔ ان میں سے پہلی نظیر مقدمہ سٹھیالو چٹی بنام بابن صاحب (آئی۔ ایل۔ آر۔ مدراس صفحہ ۱۴۰) ہے۔ ۱۸۷۵ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسلمانان چیپوائٹ کو اس شرط کے ماتحت مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی کہ وہ تمام جلوسوں کو جو مسجد سے گذریں گے گذرنے کا راستہ دیںگے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت کی کہ جب کوئی جلوس مسجد کی طرف سے جاتا یا آتا ہو تو تمام گانا بجانا بند کر دیا جائے گا ہندوؤں نے بعض نمائندہ مسلمانوں پر عدالت دیوانی میں دعویٰ کیا تاکہ وہ اس امر کا فیصلہ حاصل کریں کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے یہ عام ہدایت خلاف قانون تھی سکنڈ اپیل میں ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ ہندوؤں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے جلوس مع باجہ کے مسجد کی طرف سے بجائیں تمام جائز مواقع پر اور مطابق قانون اس طرح کہ رسپانڈنٹوں کی یا دوسرے اشخاص کی جو مذہبی عبادات یا مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہوں کوئی خلل اندازی نہ ہو اپنے فیصلے کے دوران میں فاضل ججان نے حسب ذیل ریمارک کئے ہیں:۔

ایک ایسے ملک کی درست و صحیح حکمرانی کے لئے جہاں کی آبادی کے مختلف حصوں کے عقائد مذہبی ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف ہیں یہ یقیناً ضروری ہے کہ ایسے قواعد مقرر کردیئے جائیں جن سے ہر فرقے کے افراد اپنے مذہبی فرائض کو جائز طور پر انجام دے سکیں اور ان میں دوسرے فرقوں کے افراد کی طرف سے مداخلت بے جا نہ ہو سکے اس طرح کے ضابطے برطانوی ہند کے آئین میں موجود ہیں (ہندوستانی ضابطہ فوجداری باب ۱۵) لیکن بعض اوقات متعدد فرقوں کے حقوق اپنے اپنے مذہبی رسوم کی بغیر مداخلت بے جا ادائی کے متعلق باہم متصادم ہو سکتے ہیں بغیر کسی مجرمانہ ارادہ کے ایسے حالات میں باہمی رواداری ہی صرف مناسب و صحیح ہے اور ہونا چاہیئے اس وقت یہ جانچنا ہوگا کہ کس حد تک متصادم حقوق ایک دوسرے میں مداخلت کرتے ہیں اور کہاں تک لازمی طور پر ایک دوسرے میں ترمیم کے متقاضی ہیں۔

ایک طرف قانون سے یہ حق مسلم ہے کہ کسی ایسے اجتماع میں جو قانون کے ماتحت کسی مذہبی عبادت یا مذہبی رسوم کی ادائی میں مصروف ہو کوئی مداخلت نہ کی جائے گی اور دوسری طرف قانون سے یہ حق مسلم ہے کہ لوگ ایک مطابق آئین مقصد کے لئے خواہ وہ مقصد شہری ہو یا مذہبی عام شاہراہ پر مجتمعاً باجے کے ساتھ گذر سکتے ہیں البتہ وہ دوسرے اشخاص کو اس راستے کے استعمال کرنے سے روک نہیں سکتے۔ اگر لوگ باجہ بجاتے ہوئے جلوس کے ساتھ گذرتے ہیں ایک ایسے مقام سے جہاں دوسرے جمع ہوں اور پبلک عبادت میں مشغول ہوں اور یہ باجہ ان کی عبادت میں مخل ہو تو یہ ان لوگوں کا جو جلوس میں شامل ہیں فرض ہوگا کہ وہ اس قسم کی خلل اندازی سے باز رہیں لیکن عبادت کے لئے مشکل سے کسی مقام پر دن رات کے چوبیس گھنٹے مخصوص ہوتے ہیں بلکہ عام طور پر مقررہ اوقات میں عبادات بجالائی جاتی ہیں اور اس لئے یہ غیر ضروری ہے کہ ایسا قاعدہ بنایا جائے کہ کسی وقت بھی لوگ اس شاہراہ عام سے جو کسی مسلم مقام عبادت کے قریب ہو باجہ کے ساتھ نہ گذریں اگر کوئی جلوس واقعاً مذہبی نوعیت رکھتا ہو تو اس کی ممانعت مذہب کی آزادانہ بجاآوری میں ویسی ہی حقیقی مداخلت ہوسکے گی جیسی مداخلت جلوس کو ایک ایسے اجتماع سے ہو کر گذرنے کی اجازت دیدینے میں جو عبادت میں مصروف ہو اور اگر کسی مذہبی جلوس کو مسلمہ عبادت گاہوں کے قریب سے گذرنے کی اجازت قطعاً نہ دی جائے عام اس سے کہ اسوقت لوگ جمع ہو کر مذہبی عبادت میں مصروف ہوں یا نہوں تو پھر ہر شاہراہ عام کو کثیر التعداد فرقے کے افراد سڑکوں کے قریب اپنی عبادت گاہیں بنا بنا کر دوسرے فرقوں کے لئے جن سے انہیں اختلاف ہے بند کرادیں گے۔ قانون جلوسوں پر خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں پابندیاں عائد کرنے میں ضرورت سے زیادہ نہیں بڑھتا۔ مجسٹریٹ نے جو حکم اسوقت نافذ کیا وہ موافق قانون نہیں ہے نہ ان کو عام طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس

مسئلہ پر قانون کا اعلان کردیں اور اس قانون کو شکست کا اندیشہ کرتے ہوئے حکم امتناعی صادر کردیں امن عامہ کے تحفظ کے لئے مجسٹریٹ کو ایک خاص اختیار حاصل ہے وہ اختیار جو بعض مواقع کے لئے محدود ہے مجسٹریٹ کا پہلا فرض یہ ہے کہ ہر شخص کو ان حقوق سے مستفیض ہونے کا موقع نکالے جو قانون کے مطابق اسے حاصل ہے اور احتیاطی تدابیر سے ان لوگوں کو روکے جو دوسروں کے حقوق پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر اس کو یہ اندیشہ ہو کہ کسی حق کا مطابق قانون استعمال شہری انتشار و ہنگامہ کا باعث ہو سکے گا اور اس کو یہ شبہ ہو کہ ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے اس کے پاس کافی قوت نہیں ہے تو پھر پبلک بہبود کے خیال کو وقتی طور سے پرائیویٹ حق پر مقدم رکھا جائے گا اور مجسٹریٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس پرائیویٹ حق کے استعمال کو روک دے مجسٹریٹ کے اس اختیار کی وسعت اس وقت تک ہے جب تک اس کی فوری ضرورت باقی رہ کر اس کے استعمال کو حق بجانب قرار دیتی ہے

دوسری نظیر مقدمہ سنٹرام چیٹی بنام ملک معظم (انڈین لاء رپورٹ ۲۶ مدراس صفحہ ۲۰۳) ہے یہ فیصلہ ۱۹۰۳ء میں ہائی کورٹ مدراس نے ایک فوجداری مقدمہ کی اپیل کا تصفیہ کرتے ہوئے دیا۔ شیوپیٹ کی مسجد کے جھگڑے کے سلسلے میں ۱۸۹۲ء میں بلوئے ہوئے اور بعض بلوائیوں کو سزائیں دی گئیں سیشن جج نے اپنے فیصلہ میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ہائی کورٹ کا فیصلہ جو سابقہ مقدمہ میں ہوا تھا ممکن تھا کہ کچھ اور ہوتا اگر ججوں کے سامنے معاملات صحیح روشنی میں پیش کئے گئے ہوتے جج نے لکھا:۔ مسلمانوں کی مسجدوں کے سامنے ہندوؤں کا باجہ روکنے کا رواج لوگوں کے معتقدانہ جذبے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ وہ اس عمارت کے مفروضہ تقدس پر مبنی ہے" قابل چیف جسٹس نے جنھوں نے ہائی کورٹ کا فیصلہ اپیل کے بارے میں سنایا اس خیال کو تسلیم نہیں کیا انہوں نے ظاہر کیا کہ بیان کردہ دستور کو ہائیکورٹ میں نہیں پیش کیا گیا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اگر وہ دستور ہو بھی تو وہ منجملہ ان رسوم کے جن کی ابتدا ان زمانوں میں ہوئی جبکہ سلطنت کے مذہب کا ملک کے پرائیویٹ اور پبلک قانون پر اثر ہوا کرتا تھا اور جو ان اصولوں کے مطابق نہیں ٹھیرتے جن کے ماتحت برطانوی حکومت کے انتظامات کئے جاتے ہیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ کوئی دستور جو قانون کی طاقت حاصل کر سکے مطابق عقل ہونا چاہیئے اور انہوں نے یہ شبہ ظاہر کیا کہ وہ دستور جس کا سیشن جج نے حوالہ دیا ہے مطابق عقل ہو سکتا ہے فاضل جج نے فرمایا کہ ایک انسان کے پاس شکایت کے جائز وجوہ ہو سکتے ہیں اگر اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس مقام کے تقدس کو مانے جہاں عبادت بجا لانے کا دعویٰ کیا جاتا ہو اور وہ شخص اس عبادت کے بدعت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو شکایت کی کوئی جائز وجہ نہ ہوگی۔

اگر وہ مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے دوسرے ساتھی شہریوں کے اس حق شہری کو تسلیم کرے کہ جب وہ پبلک عبادت کے لئے مجتمع ہوں تو انہیں بیرونی خلل اندازی سے محفوظ رکھا جائے" اس کے بعد انہوں نے گورنمنٹ آرڈر کے بعض حوالے دیئے جن میں بتایا گیا ہے کہ مذہبی جلوس کسطرح نکلنا چاہیئے انہوں نے کہا "میں نے ان احکام کا حوالہ یہ ظاہر کرنے کے لئے دیا ہے کہ جس وقت اس عدالت کا فیصلہ صادر ہوا اس وقت ایگزیکٹو اور جوڈیشل حکام کی رائیوں میں بہت کم اختلاف تھا دونوں نے تسلیم کیا کہ ہر شہری کو حق ہے کہ وہ شاہراہ عام کو جلوس اور دوسرے معمولی اغراض کے کام میں لائے دونوں نے یہ تسلیم کیا کہ مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ وہ کسی جلوس کو روک دے یا اس کی حد بندی کر دے اور پولیس کو اختیار ہے کہ وہ حق کے استعمال کی حد بندی کرے ان میں اس امر میں اختلاف ہوا کہ گورنمنٹ نے بہت اجمال سے مجسٹریٹ کے ان اختیارات کا ذکر کیا ہے جو لازماً اختیار کئے جائیں گے جبکہ عدالت نے قانون کے شرائط کے ماتحت مجبوری محسوس کی کہ وہ یہی ہدایت کرے کہ موقع کے حالات کو دیکھ کر اختیار کا استعمال کیا جائے اس کے بعد گورنمنٹ نے جو احکام نافذ کئے ان میں قانون نے مجسٹریٹ کے اختیارات کی جو حد بندیاں کی ہیں اُن کو پوری طرح تسلیم کر لیا گیا ہے۔

سشن جج کا ادعا ہے کہ ایک معمولی دیسی دماغ کے لئے یکم جون ۱۸۹۲ء کا حکم اس میں اور ہائیکورٹ کے احکام میں صاف صاف تصادم کا اشارہ کرتا ہے میں اس رائے کو نہ تو قبول کر سکتا ہوں اور نہ مسترد لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ تصادم میرے دماغ پر واضح نہیں ہے اس حکم نے مجسٹریٹ کو ممانعت دی تھی کہ وہ مذہبی علاقوں سے اپنی پولیس کی قوت کو نہ ہٹائے تاکہ بعض لوگوں کو قدیم رسوم کا خیال نہ کرتے ہوئے جلوس نکالنے کا موقعہ نہ ملے۔ گورنمنٹ کا پہلا فرض ہے کہ وہ جان و مال کی حفاظت کرے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کے افسران کو اختیار تفویض کیا گیا ہے کہ وہ کسی جماعت کے افراد کے معمولی حقوق تک میں مزاحمت و مداخلت کریں۔ حکم مورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۵۹ء ان حقوق میں امتیازات واضح کرتا ہے کہ کون سا حق حکومت کی امکانی حفاظت کا پہلے مستحق ہے اور کون بعد کو اور جہاں حکومت دونوں قسم کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتی وہاں وہ آخر الذکر کو چھوڑ سکتی اور اُسے چھوڑ دینا چاہیئے اول الذکر کے حصول کی غرض سے اس نقطۂ نظر سے اس کی پرواہ نہیں کی جا سکتی کہ جلوس کا وہ حق جس کا استعمال چاہا جا رہا ہے قدیم ہے یا جدید۔ گورنمنٹ اس پر مجبور نہیں ہے کہ کسی جماعت کے بعض ممبران کو اس قوت کی خدمات سے محروم کر دے جسکی ضرورت ان کی جان و مال کی حفاظت کے لئے لازمی ہو اور اس طرح دوسروں کو اس کا موقع فراہم کرے کہ وہ ایسا حق استعمال کریں جو زندگی اور مال کی ضمانت کے لئے غیر لازمہ ہی نہ ہوں بلکہ اس حالت میں ایسا اشتعال پیدا کرے جو دونوں کے لئے خطرناک ہو۔ گورنمنٹ سے معقول طور

نہیں چاہا جا سکتا کہ وہ امن کے تحفظ کے لیے اپنی فوجی قوت کو اتنا بڑھا دے کہ اس کے اخراجات ملک کے ذرائع پر ایک ناقابل برداشت بار ہو جائیں یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے گورنمنٹ کے جن متعدد آرڈروں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سوا حکم مورخہ ۹ مئی ۱۸۶۳ء کے مجسٹریٹ کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ جہاں حقوق کے استعمال کا مسئلہ مابہ النزاع ہو وہاں قدیم عملدرآمد کو اسوقت تک باقی رکھا جائے گا جب تک عدالت دیوانی سے اس نزاع کا فیصلہ نہ ہو جائے اور وہ احکام ان معاملات کے متعلق نہیں ہیں جہاں کہ حقوق کے استعمال کی تصدیق سابق عملدرآمد سے حاصل ہے یا عدالت انصاف سے مسلم ہو چکا ہے جہاں معقول شبہ حق کے مسئلہ میں پیدا ہو جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مجسٹریٹ کے لئے جائز طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ سابق عملدرآمد کا لحاظ کرے خواہ حق کا وجود اس عملدرآمد پر منحصر نہ ہو دوسری طرف اگر مجسٹریٹ اس سے مطمئن ہو کہ ایسی فوری ضرورت لاحق ہو گئی ہے کہ وہ اپنے ان اختیارات سے کام لے جو اسے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے ذریعہ سے حاصل ہیں تو وہ حقوق کے استعمال کو روکنے میں بالکل حق بجانب ہوگا خواہ یہ حقوق کتنے ہی مسلم کیوں نہ ہوں۔

میں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ یہ اختیار غیر معمولی ہے اور مجسٹریٹ کو اسکی طرف اسی وقت رجوع کرنا چاہیئے جب اسے اطمینان ہو کہ دوسرے اختیارات جو اسے دیئے گئے ہیں وہ ناکافی ہیں جب حقوق معرض خطر میں ہوں تو وہ لوگ جنھیں حقوق حاصل ہونا چاہیئے اس حفاظت کے زیادہ سے زیادہ مستحق ہیں جو قانون نہیں دے سکتا ہے یا حالات جن کے داعی ہو سکتے ہیں اس کے ثابت کرنے کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں کہ مجسٹریٹ کے اختیارات حقوق کی محافظت میں استعمال ہونا چاہیئے بجائے اس کے کہ وہ حقوق روکے جائیں خلاف آئین کارروائیوں کو روکنے میں استعمال ہونا چاہیئے نہ کہ قانون کے مطابق افعال کی مداخلت میں اگر مجسٹریٹ مطمئن ہو کہ کسی حق کے استعمال سے بلوہ کا اندیشہ ہے تو وہ مشکل سے ان لوگوں سے ناواقف ہو سکتا ہے جن سے کہ ہنگامہ کا خطرہ ہے اور اس کا فرض ہے کہ ان سے امن قائم رکھنے کے لئے ضمانت طلب کرے ان لوگوں کی خاص حفاظت کا سامان بہم پہنچانے کے لئے جو کسی مذہبی عبادت یا مذہبی جلوس میں شریک ہوں قانون اجتماعی عبادت کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ پرائیویٹ عبادت کی طرف اور یہ اجتماعات کے لئے منصفانہ طور پر لازم ہے کہ وہ پہلے سے حکام ضلع کو اطلاع دیں کہ وہ کن اوقات میں مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے جمع ہونے کا دستور رکھتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں کے حقوق کو بے سبب مضرت نہ پہنچ سکے ایک حکم اس عدالت کے سامنے پیش ہوا جو ایک پرائیویٹ مکان کے بسنے والے کے نام تھا جس کے ذریعہ سے اسے گانے بجانے سے روکا گیا تھا کہ وہ سال بھر میں کسی دن اور رات کے کسی گھنٹہ میں نہ گائے بجائے کیونکہ

اس کا مکان ایک مذہبی عبادت گاہ سے ملا ہوا تھا اس مثال سے اس عدم رواداری کی وضاحت ہوتی ہے جسکو ایک نافہم مجسٹریٹ ہی اہمیت دے سکتا ہے۔ درخواست کی وہ دفعہ جسکی طرف ہیں نے اشارہ دیا ہے بلاشبہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہندوؤں کی صحیح رائے کیا تھی کہ انہیں ان کے حقوق سے اس لئے محروم رکھا گیا کہ مسلمان ہنگامہ آرائی کر رہے تھے۔ حکم امتناعی مجسٹریٹ کے خوف کی وجہ سے جاری کیا گیا ہنگامہ کا اندیشہ تھا لیکن یہ اندیشہ کس سے ہو سکتا تھا؟ اس پارٹی سے یہ اندیشہ کیا جا سکتا ہے جس نے حق کے استعمال کی مخالفت کی ایسا حکم جو ان حالات میں جاری کیا گیا اس امر کے اقبال کی نوعیت رکھتا ہے کہ بدامنی کا اندیشہ کیا جاتا ہے اور ایگزیکٹو حکام اس وقت حفاظت کے معقول انتظامات کرنے کی پوزیشن میں اپنے کو نہیں پاتے جب اس قسم کے احکام کا اعادہ کیا جاتا ہے تو ان کا جواز قیام امن اور اس کا تحفظ ان لوگوں پر اس قدر واضح نہیں ہوتا جن کے حقوق میں دخل اندازی کی جاتی ہے۔ جسقدر کہ ان کے نتائج واضح ہوتے ہیں یہ خیال واپیدا ہوتا ہے کہ حکام اس طبقہ کے خلاف کارروائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے جس سے بدامنی کا خطرہ ہوتا ہے اور ایسی طاقت کا مظاہرہ جس نے جوڈیشل کمیٹی کے فیصلہ کو عملاً بیکار کر دیا ہے۔ شہری حقوق کے منوانے میں بہ نسبت آئینی ٹربیونل سے استدعا کرنے کے زیادہ کامیاب ہوگا۔

جب اس قسم کے خیالات آبادی کی بڑی اکثریت کے دل میں جاگزیں ہو جاتے ہیں تو ایسے نازک حالات کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خطرہ پیدا ہونے کا سبب جائز قانون کے سلسلہ میں حفاظت سے انکار ہوا کرتا ہے وہ لوگ جن کے نزدیک حکام کے احکام کی تعمیل ناگوار ہوا کرتی ہے ہر پارٹی میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو معمولی طور پر اس کا لحاظ کرتے ہیں کہ حکام کی تعمیل کریں وہ بھی دشواریاں اٹھا کر اس امر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں کہ فساد کر کے کامیابی حاصل کریں

مقدمہ سداگوپاچاریہ بنام راما راؤ (انڈین لا رپورٹر ۲۹ مدراس صفحہ ۳۷۶) میں یہ طے کیا گیا تھا کہ مذہبی جلوس کے سڑک پر نکالنے کے انتظام کا حق ہے جو ہر شخص کے پیدائشی حق کی حیثیت رکھتا ہے بشرطیکہ وہ اس کے ذریعہ دوسروں کے حقوق پر حملہ و تجاوز نہ کرے یا پبلک میں پریشانی کا باعث نہ بنے یا سڑکوں کے استعمال میں ناجائز رکاوٹ کا سبب ہو بشرطیکہ وہ ہدایت کے ماتحت اور امتناع کے خلاف نہ ہو اور سڑکوں پر اس سے بلاوجہ مداخلت نہ ہوتی ہو یا نقص امن کا اندیشہ نہ ہو پبلک کا ہر ایک ممبر اور ہر فرقہ کا آدمی حق رکھتا ہے کہ وہ سڑکوں کو قانون کے ماتحت استعمال کر سکے اسکا بار جو انہیں روکے خود اسی پر ہے کہ وہ ایسا قانون یا رسم نکالیں جن میں قانون کی ایسی قوت ہو کہ وہ ان کو اس حق سے محروم کر دے۔

ان مقدمات پر ججانِ پریوی کونسل نے ۱۹۲۴ء میں بمقدمہ منظور حسن بنام محمد زماں غور کیا (۵۲ انڈین اپیل صفحہ ۶۱) وہ مقدمہ اورنگ آباد کے شیعہ سنی تنازعہ کی بنا پر دائر ہوا تھا مسئلہ متنازعہ یہ تھا کہ آیا شیعہ ایک تعزیہ کے ہمراہ شاہراہ عام پر جامع مسجد کے قریب ماتم کرنے کی غرض سے اس کا حق رکھتے ہیں کہ مجمع کو ٹھہرائیں ۱۹۱۶ء میں سنیوں نے شیعہ جلوس میں مداخلت کی اور وجہ مداخلت یہ ظاہر کی کہ ان کے ماتم سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ ہنگامے کو روکنے کے لئے مجسٹریٹ نے احکام نافذ کئے کہ اس سال مسجد سے تھوڑے فاصلہ پر ماتم رکا رہے یہاں تک کہ جلوس مسجد سے آگے مقررہ مقام تک نہ پہنچ جائے شیعوں نے عدالت دیوانی میں استقرار حق کا دعویٰ کیا کہ وہ اپنے حق میں یہ فیصلہ کرائیں کہ مدعی اور قصبہ اورنگ آباد کے دوسرے شیعہ باشندے اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ایک دائرہ بنا کے جامع مسجد کی پشت پر جو ئی سڑک پر واقع ہے ماتم کریں مدعا علیہم جن میں چند سنی شامل ہیں ان کو اس بات کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ مدعیان کو ماتم کرنے سے یا تعمیر جامع مسجد کے قریب ٹھہرنے سے روکیں۔ سب جج نے حسب ذیل حکم نافذ کیا۔

"یہ استقرار کیا جاتا ہے کہ لوکل حکام کی نگرانی میں مدعیان کو حق حاصل ہے کہ وہ موقعہ متنازعہ پر تھوڑی دیر ٹھہر کر بنا ماتم کریں۔ مدعا علیہم کے نام دعویٰ میں درج ہیں ان کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ ماتمی جلوس میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں"

ہائی کورٹ نے اس مقدمہ کی اپیل کو مسترد کردیا اور فاضل ججان نے یہ طے کیا کہ ہر فرقہ مجسٹریٹ کی نگرانی میں پبلک گذرگاہوں کے استعمال کا حق رکھتا ہے لیکن یہ خواہش کہ عام گذرگاہ کو مسدود کردیا جائے کسی طرح جائز نہیں جوڈیشل کمیٹی کے ججان نے ہائیکورٹ کے فیصلہ کو بالکل بدل دیا انہوں نے ہندوستانی عدالتوں کی بہت سی نظائر پر جن میں وہ نظائر بھی شامل ہیں جن کا ہم حوالہ دے چکے ہیں بحث کی۔ فاضل ججان نے ظاہر کیا کہ پہلا سوال یہ تھا کہ آیا مذہبی جلوس کی نگرانی کا حق تھا یا نہیں کہ وہ مجمع اور معین راستوں سے گذرے گا اس سوال کا جواب فاضل ججان نے اثبات میں دیا اور اس کے بعد یہ تحریر کیا کہ ہماری رائے یہ ہے بہرحال دو اور سوال پیدا ہوگئے ہیں بعض مقدمات میں ایک فریق نے شاہراہِ عام کو محض اپنی عبادت کے لئے استعمال کئے جانے کا مطالبہ کیا جس سے برابر انکار کیا گیا۔ دوسرا سوال جو بہت گہرا تھا اور جس کو موجودہ مقدمہ میں بھی کیا جانا چاہئے تھا یہ تھا کہ کیا ان لوگوں کے خلاف جو ایک مذہبی جلوس کے ادائے فرائض میں مزاحم ہوں۔ عدالتِ دیوانی میں مقدمہ دائر کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ظاہر کیا کہ بمبئی میں مقدمہ ہوا جس میں طے کیا گیا تھا کہ ایسا کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا لیکن مدراس کی سلسلے ان مقدمات میں جن کا پہلے حوالہ دیا گیا ہے

اس کے خلاف تھی ہز لارڈ شپ نے خیال ظاہر کیا کہ :۔

"مدراس کی عدالتوں کی رائے صحیح ہے اور بمبئی کے فیصلے غلط ہیں" ان کا خیال ہے کہ اپیلانٹ اس استقرار کے مستحق ہیں جو انہیں ڈسٹرکٹ جج کی عدالت سے ملا لیکن یہ تجویز کرتے ہیں کہ ٹریفک کے لفظ کے بعد مجسٹریٹ کی ہدایت اور پبلک کے حقوق کا اضافہ کر دیا جائے اگر فاضل ججان صرف اپیل کو ڈسمس کر دیتے تو اس کے اثرات کے متعلق ہندوستان میں غلط فہمی ہوتی ہر مختلف جماعت یا مذہب کے لوگ جن کی عبادت گاہیں ان راستوں پر ہیں جہاں سے مخالف جماعتوں کے جلوس نکلتے ہیں اس قسم کے فیصلہ کی خواہش کریں گے جس میں یہ طے کر دیا جائے کہ جلوس کے مراسم اس وقت تک کے لئے روک دیئے جائیں جس وقت تک کہ وہ اس عبادت گاہ سے گذر نہ جائیں لیکن اگر یہ استقرار حق جیسا کہ ڈسٹرکٹ جج کی طرف سے منظور کیا گیا ہے صحیح تسلیم کر لیا جاتا تو مجسٹریٹ اس کے بعد بھی اس قابل ہوتے کہ وہ جو انتظام مناسب سمجھتے کرتے اگر وہ پسند کرتے تو اسی حکم کو دہرا دیتے جس کے ذریعہ مسجد سے کچھ فاصلہ تک ماتم روک دیا گیا تھا یہ حکم ایسا حکم ہوتا جو کہ خاص حالتوں میں نافذ کیا جاتا کسی کے حقوق کے متعلق عام اعلان کی حیثیت نہیں رکھتا دوسرے نظائر کا بھی حوالہ دیا گیا ہے لیکن ہمارے خیال میں ان مقدمات پر رائے زنی بے کار ہے بجز ان نظائر کے جو صاحبان جوڈیشل کمیٹی نے صادر فرمائی ہیں اور مدراس کی عدالت عالیہ کے فیصلوں پر مبنی ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ جائز اور منصفانہ طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان نظائر سے سنیوں کے معروضات کی تائید ہوتی ہے کہ ہر شہری کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ عام شاہراہوں پر اپنے مذہبی جلوس نکالے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے تمام دیوانی مقدمات میں اس امر کا خیال رکھا گیا ہے کہ آیا دو مخالف جماعتوں میں ایک جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوسری جماعت کو اس کے مذہبی رسوم بجا لانے سے روکے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ایسا کوئی حق کسی جماعت کو حاصل نہیں ہے دوسری طرف تمام مقدمات میں اور خصوصاً اس مقدمہ میں جو فاضل ججان جوڈیشل کمیٹی نے طے کیا ہے کہ ایک مذہبی جلوس کے سلسلہ میں اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دوسرے شہریوں کو بھی مذہبی جلوس نکالنے کے لئے پبلک گذرگاہوں کے استعمال کا حق حاصل ہے اور مجسٹریٹ کو بھی یہ حق ہے کہ وہ پبلک کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان جلوس کی نگرانی کریں۔ انگلستان کی پبلک جلسہ کے حق پر ڈائی سی نے اپنی کتاب اسٹڈی آف دی لاء آف کانسٹی ٹیوشن کے مقدمہ (۶ ایڈیشن صفحہ ۲۶۵) میں اس بات پر بحث کر کے بتلایا گیا ہے کہ انگریزی قانون میں کوئی خاص حق کسی پبلک جلسہ کے لئے چاہے وہ سیاسی ہو یا کوئی اور مقصد رکھتا ہو تسلیم نہیں کیا

گیا ہے ایک جگہ پر جمع ہونے کا حق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ یہ صرف نتیجہ ہے اس نظریہ کا جو انگریز عدالتوں نے لوگوں کی شخصی آزادی یا ان کی تقریر کی آزادی کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ پبلک مقام پر جائے اور وہاں ہر موضوع پر اظہار رائے کرے بشرطیکہ اس کی تقریر خلاف قانون نہ ہو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد ایسے پبلک مقام پر جمع ہو جاتی ہے اور اس کے خیالات کو سنتی ہے یہی قواعد جلوسوں پر بھی متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ سنیوں کے قابل وکیل نے اپنے دعویٰ پیش کرنے کے وقت اقبال کیا ہے کہ جلوس محض متحرک مجمع ہے۔ ہماری توجہ ہندوستان کے ایسے قانون کی طرف مبذول نہیں کرائی گئی جو انگریزی اصول میں ترمیم کرتا ہو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں قانون پیچیدہ نہیں ہے ہر ایک شخص کو استحقاق حاصل ہے کہ وہ اپنے بعض حقوق کے لئے شارع عام کو استعمال کرے لیکن یہ بات بھی ایک فطری اصول کے ماتحت ہے کہ کوئی شخص شارع عام کو ایسے مقصد کے لئے استعمال نہیں کر سکتا جس سے بے جا طور پر دوسروں کے مساویانہ حقوق میں دست اندازی ہوتی ہو ہمارے خیال میں مدح صحابہ شارع عام پر پڑھنے کے متعلق سنیوں کے جذبات کی بنیاد غلط فہمی پر مبنی ہے۔

ہمارے خیال میں ان کا یہ مطالبہ اس امر کو پہلے سے فرض کر لیتا ہے کہ ہر شخص کو پبلک مقام کے استعمال کا جس طرح وہ پسند کرے حق حاصل ہے بغیر ان لوگوں کی آسانی کا خیال کئے ہوئے جو ایسے مقامات کو اسی وقت خود بھی استعمال کرنا چاہتے ہوں شہروں اور دوسرے آباد مقامات میں مشکل سے کوئی پبلک مقام ہو سکتا ہے جو ابتدا ہی سے کسی خاص مقصد کے لئے مخصوص نہ ہو مقدمہ وجے راگھوچاریہ بنام شہنشاہ معظم (آئی ال آر ۲۶ مدراس) میں صفحہ ۵۸۷ پر مسٹر جسٹس جے نے کولنس ال۔ جے کے ریمارک مقدمہ ہیکین بنام پیسے کا حسب ذیل حوالہ دیا ہے۔ "اب ابتدائی طور پر وہ غرض جس کے لئے کوئی شاہراہ عام وقف کی جاتی ہے یہ ہوتی ہے کہ اس پر راستہ چلا جائے جیسا کہ مقدمہ ڈوولیسٹن بنام مینی میں ظاہر کیا گیا ہے اور گو کہ موجودہ زمانہ میں شاہراہ عام کے استعمال کو کافی وسعت دے دی گئی ہے لیکن ثبوت ظاہر کرتے ہیں کہ وقف کے ابتدائی مقصد خاص کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے پبلک کی آمد و رفت کا شاہراہ عام پر حق اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس حق میں وقتاً فوقتاً پبلک کے ان خیالات کے ماتحت وسعت ہو سکیگی جو ایک روز بروز زیادہ آباد و مہذب ہوتے جانے والے ملک میں پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ حق میں اضافہ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے جسکی وجہ سے یہ مقدم ترین خیال مٹ سکے کہ پبلک کا اولین حق راستہ چلنے کا ہے ہم اس رائے کو اپنے اس یقین کے مجمع ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ شاہراہ عام کی اصلی غرض یہ ہے کہ اس پر سے افراد گذر سکیں یا اپنا مال لا اور لے جا سکیں یہ یقیناً ناگزیر ہے کہ ایک شخص کی طرف سے پبلک مقام

کا استعمال بعض حالتوں میں اس امکان کو کہ دوسرا شخص بھی اسے استعمال کر کے کم کر دیگا محض یہی واقعہ کہ ایک شخص کچھ رقبہ زمین پر موجود ہے ہر دوسرے شخص کو معذور رکھتا ہے کہ وہ اسی جگہ کو اسی وقت میں استعمال کرے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پبلک مقامات کے استعمال میں کم از کم کچھ حد تک مزاحمت ضرور ہوتی ہے ہمارے خیال میں اس مسئلہ پر معقول رائے صرف یہ ہو سکتی ہے کہ پبلک مقامات کو جو لوگ استعمال کرنا چاہیں ان سب کی سہولت اور عدم سہولت کو علیحدہ علیحدہ تولا جائے اور ان میں سے جسکی طرف وزن زائد ہو اسی کے حقوق کو ترجیح دی جائے سہولت اور عدم سہولت کا اندازہ کرنے میں ان اوس مقاصد کو پورے طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے جن کے لئے پبلک مقام دراصل قرار پایا ہے ہمارے نزدیک ان فیصلوں کی حقیقی بنیاد جن کا ہم کو حوالہ دیا گیا ہے یہی معلوم ہوتی ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ تمام شہریوں کو مذہبی جلوس نکالنے کا حق حاصل ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس طرح کے جلوسوں کو محض اس لئے ممنوع نہ کر دینا چاہیئے کہ وہ جلوس ہیں یا وہ مذہبی ہیں نظائر میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ اشارہ ہوتا ہو کہ جلوسوں کی ممانعت دوسرے وجوہ کی بنا پر نہیں کی جا سکتی مثلاً اس وجہ سے کہ ان جلوسوں سے دوسروں کو ایسا اشتعال یا دشواری ہوتی ہو جو بانیان یا شرکاء جلوس کی غرض کے لحاظ سے غیر متناسب ہو شیو پیٹ کے مقدمہ میں مسجد کے سامنے نماز کے وقت باجے سے جو تکلیف ہوتی تھی اس کو ایک معقول سبب تسلیم کیا گیا مسجد کے سامنے باجہ ممنوع قرار دینے کا۔ دوسرے اوقات میں اتنی کافی زحمت نہ تھی کہ ان کی بنا پر ایک عام حکم جائز طور پر جاری کر دیا جاتا کہ مسجد کے سامنے باجہ بجانے کی اجازت کبھی بھی نہ دی جائے اورنگ آباد کے مقدمہ میں محترم ججان نے یہ تسلیم کیا کہ سنی مسجد کے کچھ فاصلہ کے اندر ماتم کو ممنوع قرار دینے میں مجسٹریٹ حق بجانب ہو سکتا تھا محترم ججان نے شیعوں کو استقرار حق کی ڈگری صرف اس لئے دی کہ وہ یہ خیال نہیں پیدا ہونے دینا چاہتے تھے کہ ہر فرقہ ہر حالت میں دوسرے فرقوں کے جلوسوں سے جبکہ وہ اس کی عبادت گاہ کے سامنے سے گذریں یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہبی فرائض کو قبل از وقت روک دیں ہم نہیں خیال کرتے کہ جلوسوں کے نکالنے کا مکمل حق کسی کو حاصل ہے اور ہم نہیں خیال کرتے کہ تین اہم دنوں میں مدح صحابہ کے جلوسوں کی ممانعت اس بنا پر قابل اعتراض ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے کسی مفروضہ حق میں کوئی مداخلت کرتے ہیں

ہمارے نوٹس میں یہ امر ہے کہ مدراس کے سب سے پہلے مقدمہ میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ عام طور پر مجسٹریٹ اس کا حق نہیں رکھتا کہ وہ جلوسوں کے مسئلے پر قانون کا اعلان کر دے اور اس قانون کے توڑے جانے کا اندیشہ کر کے حکم امتناعی نافذ کر دے اس پر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ فاضل ججان کا مقصد یہ تھا کہ اگر خاص

حالات میں جو کسی وقت رونما ہو جائیں۔ امتناعی حکم جاری کرنا چاہیئے ہم اس پوائینٹ کا اس لئے اظہار کرتے ہیں کہ شائد یہ بحث کی جائے کہ گورنمنٹ کا ریزولیوشن ایک عام حکم پر مشتمل ہے ہم نہیں خیال کرتے کہ اگر ایسا استدلال کیا جائے تو وہ کیوں قبول کیا جا سکتا ہر سال ان تین دنوں میں جلوسوں اور اجتماعات کو قابو میں رکھنے کے لئے پولیس ایکٹ کے ماتحت خاص خاص احکام نافذ کئے جاتے ہیں گورنمنٹ کا ریزولیوشن محض وہ پالیسی متعین کر دیتا ہے جو بعض معلوم شدہ حالات میں اختیار کرنا چاہیئے۔ اصل سوال یہ ہے کہ آیا وہ حالات اس پالیسی کا حق بجانب ہونا ثابت کرتے ہیں قبل اس کے کہ ہم اس سوال پر غور کریں ہم کو سنیوں کے اس عذر کو جانچنا چاہیئے کہ اب ان کے لئے لکھنؤ میں مدح صحابہ کا علی الاعلان پڑھنا واجب ہے۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ اعمال کی چار قسمیں ہیں ان اعمال کے علاوہ جو قطعی طور پر گناہ ہیں وہ چار قسمیں یہ ہیں:۔

(۱) وہ اعمال جن کی بجا آوری اتنی ضروری ہے کہ ان کی عدم بجا آوری سے انسان مذہب سے خارج ہو جاتا ہے یعنی وہ اعمال جنھیں اگر مسلمان کو دائرہ اسلام میں رہنا ہے تو ضرور بجا لانا چاہیئے۔

(۲) وہ اعمال جو اس حیثیت سے ضروری ہیں کہ ان کی عدم بجا آوری گناہ ہے لیکن ان کی عدم بجا آوری سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

۳۔ وہ اعمال جو مستحسن ہیں لیکن ان کی بجا آوری لازمی نہیں یعنی یہ کہ ان کی عدم بجا آوری قطعی طور پر گناہ نہیں۔

۴۔ وہ اعمال جو یکساں ہیں یعنی جن کی بجا آوری میں نہ کوئی ثواب ہے اور نہ عدم بجا آوری میں گناہ

ان چاروں مدارج کو علی الترتیب فرض، واجب، مستحب اور مباح کہا جاتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ سنی عقیدہ ہے کہ امر مستحب کو اگر ممنوع قرار دیا جائے یا رد کیا جائے تو پھر واجب ہو جاتا ہے مدح صحابہ پڑھنا مستحب بتایا گیا ہے یعنی ایک فعل مستحسن لیکن ایسا فعل مستحسن جس کا بجا لانا لازمی نہیں ہے سنی یہ کہتے ہیں کہ اب فعل لکھنؤ میں واجب ہو گیا ہے اس لئے کہ اس کے امتناع کے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں

ہم یہاں یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم کو یہ تسلیم ہے کہ یہ امر ہمارے فیصلہ کرنے کے لئے نہیں ہے کہ سنیوں یا شیعوں کو کن باتوں پر اعتقاد رکھنا چاہیئے یا نہ رکھنا چاہیئے ہمارا کام صرف یہ ہے کہ جہاں تک ہم سے ممکن ہو ہم یہ سمجھیں کہ واقعتاً ان کے اعتقادات کیا ہیں۔

اس موقعہ پر یہ ظاہر کر دینے میں آسانی ہوگی کہ ہمیں متعدد دینی اسناد اور تاریخی کتب کا حوالہ دیا گیا ہے سنیوں کے اس دعویٰ کی تائید میں کہ شیعوں کے پاس ان کی اس سینہ ناگواری کی کوئی معقول

وجہ نہیں ہے جو وہ ابتدائی تین خلفا کی مدح سننے پر ظاہر کرتے ہیں ہم نے فریقین کو اس امر کی اجازت دی کہ وہ اس مسئلہ پر اپنی اپنی مستند کتب کا حوالہ دیں اور دلائل پیش کریں اس لئے یہ ممکن تھا کہ اس بحث میں ہم کو کوئی مفید مطلب بات مل جاتی۔ ہم ان متضاد نظریات پر اب کوئی بحث کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ہم کو اسکا اطمینان ہے کہ اسناد کی مختلف تاویلات ہوسکتی ہیں اور اس امر میں ہم کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ معاملہ کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو شیعہ خلفا کی مدح کو کم از کم بعض حالات میں حقیقتاً انتہائی ناگوار پاتے ہیں اس پوزیشن کو سمجھانے کے بعد اب ہم سنیوں کے اس ادعا کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ مدح صحابہ ان کے لئے واجب ہے' ہم ان مذہبی کلیات پر کوئی اعتراض کرنا نہیں چاہتے جو ہم سے بیان کئے گئے لیکن ہم کو ضرور صحیح طور پر یہ غور کرنا ہے کہ ان کا مفہوم کیا ہے اور موجودہ صورت حال کے واقعات پر اُن کا تطابق کہاں تک ہوتا ہے پہلا کلیہ جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا یہ تھا کہ کوئی فعل جو معمولی طور پر مستحب ہو اگر اسے روکا جائے تو واجب ہو جائے گا جب ہم نے اس کو واقعی مثالوں پر عائد کیا تو ہمیں وہ نتائج ملے جن سے ہم کو شبہ ہوا کہ کیا سنی حقیقتاً خیال کرتے ہیں کہ یہ کلیہ بلا کسی ترمیم کے ہر حالت میں صحیح اور پورا اترتا ہے ہم نے دریافت کیا کہ اگر ایک سنی کو عدالت کی چہار دیواری کے اندر مدح صحابہ پڑھنے سے روکا جائے جو کم از کم کسی حد تک ایک پبلک مقام بھی ہے تو کیا وہ سنی مذہباً مجبور ہوگا کہ مدح صحابہ پڑھے ہم کو سمجھایا گیا ہے کہ سنی کو اس کے مذہب نے ممانعت کی ہے کہ وہ کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کا ارتکاب نہ کرے اور عدالت ایک خاص مقصد کے لئے صدارت کرنے والے جج کی نگرانی میں علیحدہ کر دی گئی ہے لہذا ایسی جگہ پر مدح صحابہ کے پڑھنے کا کوئی وجوب نہیں ہوسکتا۔ سنیوں کے قابل وکیل اپنے مباحثے کے دوران میں یہ ماننے پر تیار تھے کہ اگر کسی پبلک پارک میں جہاں لوگ راحت وسکون کے لئے آتے ہیں قابل سماعت طریقے پر مدح صحابہ پڑھنے کی ممانعت کر دی جائے تو اس ممانعت پر کوئی اعتراض نہ ہوگا چونکہ ابتدائی بیان میں بہت وسعت تھی لہذا ہم نے قابل وکیل سے دریافت کیا کہ آیا وہ اس مذہبی حکم کی اس سے بھی زیادہ ٹھیک اور صحیح طریقے سے وضاحت کر سکتے ہیں اور انہوں نے مندرجہ ذیل بیان دیا۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ حکام کو پبلک مقامات کی نگرانی وانتظام کے حق حاصل ہے اور وہ احکام جو اس نگرانی وانتظام کے سلسلہ میں نافذ کئے جائیں اس فعل کو جو یوں مستحب ہوتا واجب نہیں بناتے بشرطیکہ اس قسم کے احکام دوسروں میں اور ہم میں امتیاز وفرق نہ پیدا کریں اور فعل مستحب کو ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دیدینے کے برابر نہ ہوں میں ضرور کہوں گا کہ آخری فیصلہ ہمارے مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں میں رہنا چاہیئے میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ گورنمنٹ کو اس کے فیصلہ کا حق ہے کہ امتیاز وفرق

پیدا ہوتا ہے یا نہیں"

فاضل وکیل نے مزید کہا کہ وہ اور وجوہ ہیں جن کی بنا پر فعل مستحب واجب ہو جاتا ہے انہوں نے بتایا کہ اگر کسی مقام پر عوام میں ہمارے مذہبی لیڈروں میں سے کسی کے خلاف غلط فہمی پیدا کر دی جائے یا کر دی جانے والی ہو کہ جس سے جاہل سنی گمراہ ہو سکیں تو یہ ان سنیوں کے لئے جو ان کی اصلی سیرت سے واقف ہیں واجب ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی غلط فہمی کو دور کریں اور جاہل سنیوں کو گمراہی سے بچائیں اگر سنیوں کے کسی طبقہ کی طرف سے وہ عمل و رسوم انجام دیئے جائیں جو شیعہ مذہب کی خصوصیات سے ہیں اور سنی مذہب نے واضح طور پر علیحدہ ہیں اور اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آخر الذکر شیعوں کا تشابہ اختیار کر رہے ہیں تو یہ سنیوں کے لئے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے نمایاں علامات و عقائد کو منظر عام پر لائیں تاکہ غلط استعمال کی اصلاح کی جا سکے"

پہلا کلیہ کہ امتناع امر مستحب کو واجب بنا دیتا ہے اب اس سے بہت ہی زیادہ محدود کر دیا گیا ہے جتنا کہ پہلے معلوم ہوتا تھا اب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی سنی پبلک مقامات کی نگرانی و انتظام پر جن میں افعال مستحب کا امتناع بھی شامل ہے اعتراض نہیں کر سکتا بشرطیکہ سنیوں کے خلاف کوئی خاص امتیاز نہ برتا جاتا بلکہ وہ ہی اصول تمام مذاہب کے افراد پر عائد کئے جاتے ہوں چونکہ سنی کہتے ہیں کہ یہ طے کرنا ان کے مذہبی لیڈروں کا کام ہے کہ آیا امتیاز برتا جا رہا ہے یا نہیں

اس لئے ہمیں یہ سمجھنا پڑے گا کہ یہ ان کا اعتقاد ہے لیکن اگر ایسا ہے تو ہمارے نزدیک یہ ایک ایسا اصول ہے جسے کوئی ایسی حکومت نہیں قبول کر سکتی جس کے اندر کثیر التعداد فرقے اور مذاہب ہیں اور جن سب کو برابر کے مذہبی حقوق و مراعات حاصل ہیں اس اصول کا منطقی نتیجہ یقیناً یہ ہی ہے کہ یہ امر ان فرقوں اور مذاہب میں سے کسی ایک کے لیڈروں کے اختیار میں ہوگا کہ وہ تمام دوسروں کو ہدایت کرتے رہیں کہ پبلک مقامات کیونکر استعمال کئے جائیں یہ نتیجہ ایسا ہے جو مساوات کے انکار کے برابر ہے اس حقیقت کے ہوتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ غور کرنا جائز و روا ہے کہ آیا اس گورنمنٹ ریزولیوشن میں جس سے ہم کام لے رہے ہیں سنیوں کے خلاف کوئی امتیاز ہے سنیوں کے لائق وکیل نے اقبال کیا ہے کہ اگر تمام مذہبی جلوسوں کی ممانعت کر دی جائے تو انہیں ان جلوسوں کے امتناع پر کوئی عذر نہ ہوگا جن کے ساتھ مدح صحابہ کی خوانندگی ہوتی ہو ان کا خیال یہ ہے کہ اگر دوسرے جلوس ممنوع قرار نہیں دیئے جاتے تو ان کے جلوس کی اجازت ملنا چاہیئے ہمارے خیال میں یہ استدلال "امتیازی سلوک نا روا" کی اصطلاح کے معنی کے متعلق غلط فہمی پر مبنی ہے اگر مدح صحابہ کے جلوس محض اس بنا پر روکے جاتے کہ وہ مذہبی جلوس

سے تو ہم اس سے بالکل اتفاق رکھتے ہیں کہ اسی قاعدہ کا استعمال تمام مذہبی جلوسوں پر ہونا چاہیئے تھا امتیازی ناروا سلوک کا سوال تو صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک اصول ایک فریق کے مقابلہ میں اختیار کیا جاتا ہے اور دوسرے کے مقابلہ میں نہیں اختیار کیا جاتا اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ کسی فعل کا امتناع آیا امتیازی سلوک ناروا قرار پاتا ہے یا نہیں یہ ضروری ہے کہ اس کا انکشاف کیا جائے کہ امتناع کس سبب پر مبنی ہے منظم اجتماعات اور جلوسوں میں مدح صحابہ پڑھنے کا امتناع اس واقعہ پر مبنی نہیں ہے کہ وہ سنیوں کا ایک مذہبی کام ہے بلکہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ وہ دوسروں کے لئے دلآزار ہے جو سنیوں کے ساتھ ساتھ اس کا ساویانہ حق رکھتے ہیں کہ وہ ان پبلک مقامات یا شاہراہوں کا استعمال کرسکیں جہاں مدح صحابہ پڑھنے کی تجویز کی جاتی ہے یہی اصول شیعوں کے مقابلہ میں بھی اختیار کیا گیا ہے لکھنؤ میں جلوسوں کے انتظام و نگرانی کے متعلق افسران کے جو احکام جاری ہوتے ہیں ان میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ شیعہ تبرا نہیں پڑھیں گے یعنی وہ ایسے الفاظ یا فقرات استعمال نہ کریں گے جو ابتدائی تین خلفا کے لئے جارحانہ ہوں جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں سنیوں کا مطالبہ خاص طور پر یہ ہے کہ اگر تعزیہ کے جلوس نہیں ممنوع قرار دیئے جاتے تو پھر مدح صحابہ کے جلوسوں کی اجازت دی جانا چاہیئے

ہمارے خیال میں اسے قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہم اس کا یقین نہیں رکھتے کہ انصاف و صحت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہو کہ تعزیہ کے جلوس سنیوں کے لئے قطعی طور پر دلآزار ہیں خواہ زیادہ کٹر سنی ان جلوسوں کی تائید نہ کریں۔ شیعہ جلوس سارے ہندوستان میں نکلتے ہیں اور سالہا سال سے نکلتے آئے ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ شیعوں نے لکھنؤ میں کوئی جدید رسم جاری کرلی ہو وہ باتیں جو ہمیشہ ان جلوسوں کا جزو رہیں ان کے متعلق جہاں تک ہمیں علم ہے مسلمانوں کے کسی فرقے نے کسی دوسرے مقام پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہمارے خیال میں یہ اب بھی معقول طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سنیوں کے لئے اس قدر دلآزار ہیں کہ انہیں اس بنا پر ممنوع قرار دینا چاہیئے برخلاف اس کے تعزیہ کے جلوس شیعہ مذہب کا ایک ضروری جزو ہے شیعوں کو اپنے تعزیئے کربلا لے جانا لازمی ہے اور ایسا کرنے کے لئے ان کا پبلک سڑکوں سے گذرنا لازمی ہے۔ مدح صحابہ اور تعزیہ کے جلوسوں کے درمیان کوئی حقیقی مشابہت و مطابقت نہیں ہے۔

اس سے زیادہ کچھ مشابہت و مطابقت مدح صحابہ اور تبرّے کے پڑھنے میں ہوگی اور اس طرح ہماری رائے میں بلا کسی دلیل کے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گورنمنٹ ریزولیوشن میں سنیوں سے کوئی ناروا امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔

اس سے ان پوائنٹ میں سے ایک پوائنٹ ختم ہو جاتا ہے جن کی بنا پر ان کی یہ بحث ہے کہ مدح صحابہ پڑھنا اب ان کے لئے واجب ہو گیا ہے دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ امتناع سے وجوب لازم آگیا سادہ الفاظ میں بحث یہ ہے کہ سنیوں کو پہلے تین خلفا کی ضرور مدح کرنا چاہیئے اس لئے کہ وہ ایسا کرنے سے روکے جاتے ہیں اگر یہ بیان منصفانہ ہے تو ہمارے نزدیک ہم کو یہ واضح کر دینا چاہیئے کہ سنی اپنے خلفا کی مدح کرنے سے نہیں روکے گئے ہیں۔ ہر سنی ہر وقت کسی پرائیویٹ مقام میں انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے ان خلفا کی مدح کر سکتا ہے کوئی سنی ان کی مدح انفرادی طور پر کسی وقت اور کسی مقام پر کر سکتا ہے سوا اسلم جلوس کی ممانعت کے اندر ہونے کے جو عشرہ، چہلم اور ۲۱ ر رمضان کے تین دنوں میں اٹھائے جائیں اگر کوئی سنی مدح صحابہ پڑھ کر ایک کار ثواب انجام دینے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے تو کوئی ایسا وقت نہیں ہے اور مشکل سے کوئی ایسا مقام ہوگا جہاں وہ ایسا نہ کر سکتا ہو بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر دوسروں کو اشتعال دلانے اور توہین کرنے کے لئے ایسا نہ کر رہا ہو۔ ان حالات میں ہمارے نزدیک اس استدلال میں کوئی طاقت نہیں معلوم ہوتی کہ مدح صحابہ واجب ہو گئی اس لیے کہ وہ ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔

اب ہمیں دوسرے وجوہ پر غور کرنا ہے جن پر کہ مدح صحابہ کے وجوب کا انحصار بتایا جاتا ہے سنی بحث کرتے ہیں کہ شیعہ اپنے تعزیئے کے جلوس میں علیؓ کی مدح کرتے ہیں اور اس طرح اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ دیگر تین خلفا مدح کے قابل نہیں ہیں سنی کہتے ہیں کہ شیعوں کا یہ رویہ جاہل سنیوں کو گمراہ کرنے کا رجحان رکھتا ہے اور ان لوگوں کا جو سنی مذہب سے بہتر طریقہ پر واقف ہیں فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مدح صحابہ کی علی الاعلان خوانندگی سے اس اثر کی رد کردیں ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ استدلال اس واقعہ کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ مدح صحابہ کے جلوسوں کا نکالنا ہی صرف ایک ایسا طریقہ نہیں ہے جس سے زیادہ جاہل سنیوں کو ان کے مذہب کے ٹھیک نظریات کی تعلیم دی جا سکتی ہے سنی مساجد میں جمعہ کو پرائیویٹ مکانوں میں یکجا ہو کر اسکولوں میں پرائیویٹ گفتگو میں گھر گھر پہنچ کر اور دوسرے طریقوں سے بھی جاہل سنیوں کو یہ تعلیم دی جا سکتی ہے بعض سنیوں کا یہ فرض ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیں لیکن وہ اس فرض کے ادا کرنے سے اس لئے روکے نہیں گئے ہیں کہ پبلک مقامات پر انہیں اجتماعات اور جلوس میں مدح صحابہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ اس قسم کی تعلیم ضروری ہے یا حق بجانب ہی ہے تو یہ دیکھنا مشکل ہو جائیگا کہ تبرے کے کم از کم بعض اقسام کیونکر رد کئے جا سکتے ہیں

ہم تبرے کے علی الاعلان پڑھے جانے کی تائید نہیں کرتے اور شیعہ بھی موجودہ حالات میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قابل اعتراض ہے لیکن اگر سنیوں کو پبلک میں مدح صحابہ پڑھنے کی اجازت محض اس لئے دی جائے کہ

وہ اپنے اس عقیدے کو مشتہر کریں کہ پہلے تین خلفاء تمام مدح کے مستحق تھے تو شیعہ بھی کسی حد تک انصاف کے ساتھ اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ انہیں بھی اس لئے تبرا کہنے کی اجازت دی جائے کہ وہ بھی اپنے نیاز جاہل بھائیوں کو اس عقیدے کی تعلیم دیں جو وہ اتنی ہی قوت کے ساتھ رکھتے ہیں کہ ابتدائی تین خلفاء بجا طور پر ایسے تھے کہ ان سے برأت و گریز کی جائے۔

سنیوں نے استدلال کیا ہے کہ مذہبی پیشواؤں کی مذمت قانوناً ممنوع ہے اور مدح کبھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی ہے۔ دونوں میں سے ایک کلیہ بھی پورے طور پر صحیح نہیں ہے ایک طرف مذہبی پیشواؤں کی تنقید جو نیک نیتی سے بغیر اس کھلے ہوئے اور مکروہ ارادہ کے ہو کہ اس سے دوسروں کے جذبات مجروح کیے جائیں کوئی جرم نہ ہوگی تو دوسری طرف ایسی مثالوں میں اضافہ کرنا آسان ہوگا جن میں مدح بھی دلآزار اور اشتعال انگیز ہے مثال کے طور پر فسسٹ جماعت کے لیڈر کی تعریف کمیونسٹوں کے جلوس کے راستہ میں بجا طور پر باعث اشتعال و ہیجان قرار پائے گی۔

آخری وجہ جس کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مدح صحابہ لازمی ہو گئی ہے یہ ہے کہ تعزیہ کے جلوسوں میں شرکت سے اگر کوئی غلط فہمی اس قسم کی پیدا ہو گئی ہے کہ سنیوں نے شیعی عقائد قبول کر لئے ہیں تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے انہیں مدح صحابہ ضرور پڑھنا چاہیئے اس دلیل کی کمزوری اس تسلیم کردہ واقعہ میں مضمر ہے کہ تعزیہ کے جلوس کی سنیوں کو ممانعت ہے اور جو سنی تعزیئے کے جلوس سے کچھ بھی واسطہ رکھتا ہے وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے کوئی سنی جو اپنے مذہب کی تعلیمات کا پیرو ہے تعزیہ کے جلوس میں مدح صحابہ پڑھنا نہیں چاہے گا صرف اس واضح وجہ کی بنا پر کہ وہ تعزیہ کے جلوس میں سرے سے حصہ ہی نہ لے گا اگر وہ دوسروں پر اثر ڈالنا چاہے گا تو ہر شخص فرض کرے گا کہ وہ لوگوں کو تعزیہ کے جلوسوں میں کلیتہً شرکت سے باز رہنے پر اصرار کرے گا۔ ایسا کرے گا ایک سنی جو تعزیہ کا جلوس نکالنے پر اصرار کرتا ہے اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کرنے پر مصر ہوتا ہے وہ مشکل سے اس کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ اس گناہ کے ارتکاب کے دوران میں مدح صحابہ پڑھنے پر مجبور ہے ہم اس کے اس وجوب پر معترض نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے مذہبی معتقدات کے ترک کر دینے کے اظہار سے بچے لیکن وہ یقیناً اس وجوب کو اس طور پر بہترین عنوان سے انجام دے سکتا ہے کہ وہ اپنے جلوس ہی کو یک لخت چھوڑ دے۔ وہ مدح صحابہ پڑھ کر شائد اپنے گناہ کو کم کرا سکے گا۔ لیکن ہمارے نزدیک اس کو شکایت کا بہت کم موقع ہے اگر اس کے اس ذریعہ تخفیف گناہ پر کوئی پابندی عائد کر دی جائے جبکہ یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ وہ خود گناہ ہی سے مکمل طور پر اجتناب کر سکے ہم اس امر پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ کٹر سنی ان واقعات کو پوری طرح سمجھنے کے بعد تعزیہ کے جلوسوں میں مدح صحابہ کے امتناع پر لپسندیدگی

کا اظہار کیوں نہیں کرتے اگر اس مدح خوانی سے یہ مدنظر تھا کہ کم پڑھے لکھے سنیوں کو موجودہ معصیت کے راستہ سے علیحدہ رکھا جائے۔

ماحصل یہ کہ جب ہم سنیوں کے اصول کو اصلی واقعات پر منطبق کرتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس استدلال میں زیادہ قوت نہیں ہے کہ لکھنؤ میں پبلک مقامات پر مدح صحابہ پڑھنا واجب ہے اور اس معاملہ میں سنیوں کا جو عملدرآمد رہا ہے اس سے ہماری رائے اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتی ہے

پگٹ کمیٹی کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا تھا کہ مدح صحابہ ایک انوویشن (امر جدید) ہے جسکی ابتدا سنہ ۱۹۰۶ء میں کی گئی۔ اس وقت تمام شہادتیں قلمبند کی تھیں اور ان پر غور کیا گیا تھا اور ہمارے سامنے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے ہمیں یہ شبہ ہو سکے کہ اس کمیٹی کی تحقیقات مطابق واقعات نہ تھی مزید براں پچیس سال تک یعنی سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۳۵ء تک گورنمنٹ ریزولیوشن کے مطابق جو احکام تین دن عشرہ، چہلم اور ۲۱ رمضان کے لئے نافذ کئے گئے ان سب کا احترام کیا گیا اور دوسرے دنوں میں بھی مدح صحابہ کے جلوس نکالنے کی کوئی واقعی کوشش نہیں کی گئی سنی بحث کرتے ہیں کہ یہ ایک قابل اعتراض اصول ہے کہ مذہبی تقاریب اس بنا پر ممنوع قرار دے دی جائیں کہ وہ انوویشن ہیں اس اصول کو مختلف فرقوں کے مناقشات کے طے کرنے میں استعمال کرنے کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں

"یہ یقیناً ایک فتنہ انگیز اصول ہے جس کے بار بار استعمال سے ان فرقوں کے باہمی رواداری و حسن ظن کے برتاؤ پر برا اثر پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عداوت اور امن سوزی رکنے کے بدلے بڑھ جاتی ہے اور بالآخران کے فسادات ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔"

انہوں نے الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ کے ایک حصۂ عبارت کا حوالہ دیا (اے، آئی، آر ۱۹۳۵ الہ آباد صفحہ ۷۵) یہ حصہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"موجودہ مقدمہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ نے یہ قانون کے ایک قاعدے کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے کہ کسی حصۂ آبادی یا پارٹی کی کوئی مذہبی تقریب ناقابل اجازت ہے اگر اس پر کسی دوسرے حصۂ آبادی کو اعتراض ہو اور وہ ایک انوویشن ہو۔ ہماری رائے میں فرقہ وارانہ مناقشات کے طے کرنے میں یہ انداز اختیار کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔"

ہم یہ نہیں فرض کرتے کہ کوئی شخص اب یہ ادعا کر سکے گا کہ ایک مذہبی جلوس یا اجتماع محض اس لئے ممنوع قرار دیدیا جائے کہ وہ انوویشن ہے لیکن جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایسے جلوس یا اجتماع کی ایک

پبلک مقام پر اجازت دی جائے تو اس وقت یہ حقیقت کہ وہ جلوس یا اجتماع انوویشن ہی منجملہ حالات میں سے ایک ہے۔ ہمارے خیال میں مجسٹریٹ ایک طرف یہ غور کرے گا کہ آیا ایسا جلوس یا اجتماع اس طرح کی دلآزاری یا زحمت کا سبب ہے جس سے پبلک کے جائز حقوق میں دخل اندازی ہوتی ہو اور دوسری طرف یہ دیکھے گا کہ آیا اس جلوس یا اجتماع کا امتناع ان لوگوں کی مذہبی آزادی میں جو اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں ایک حقیقی مداخلت کے برابر ہوگا اگر ایسا اجتماع کرنا یا ایسا جلوس نکالنا مسلم عملدرآمد ہو تو مجسٹریٹ یہ بخوبی خیال کر سکتا ہے کہ ایسا جلوس یا اجتماع دلآزاری یا زحمت کا واقعی سبب نہیں ہو سکتا جنہوں نے کہ اس قرب و جوار میں جگہ حاصل کی ہوگی انہوں نے اس علم کے ساتھ ایسا کیا ہوگا کہ وہاں ایسے اجتماعات اور جلوس وقتاً فوقتاً انعقاد پذیر ہوں گے وہ اور پبلک کے دوسرے افراد ان حالات کے مطابق اپنا بندوبست کر چکے ہوں گے اور یہ سیکھ چکے ہوں گے وہ ان حالات میں اپنا کاروبار کیونکر جاری رکھیں اور اپنی خوشیاں کس ترتیب سے مناتے رہیں اگر اجتماع یا جلوس کوئی امر جدید ہو تو بہت سے ایسے ہو سکتے جن کو شکایت کے وجوہ ہو سکتے ہیں اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایسی مذہبی رسم کو ممنوع قرار دینے پر کوئی واقعی شکایت نہیں ہو سکتی جو کہ قطعی طور پر ضروری نہ ہو اور خاص حالات کی عدم موجودگی میں اس امر میں بجا طور پر شک کیا جا سکتا ہے کہ آیا ایک جدید رسم ایسے مذہب کے ماننے والوں کے لئے ضروری ہو بھی سکتی ہے جو کئی سو سال سے موجود ہو۔

ہوشیاری اور احتیاط سے غور و خوض کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ گورنمنٹ ریزولیوشن کے مقررہ اصولوں اور پالیسی میں جیسا کہ ہم انہیں سمجھتے ہیں ترمیم کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے

عشرہ، چہلم اور ۲۱ رمضان کے تین ایام خاص طور پر شیعوں نے غم حسین منانے کے لئے مقرر کر رکھے ہیں ہم اس حقیقت پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ان دنوں میں تعزیہ کے جلوس سنجیدہ و پر وقار مراسم ہیں جو گہرے اور پر خلوص مذہبی جذبہ سے وابستہ ہوتے ہیں ہم واقف ہیں کہ شیعہ صحیح ہو یا غلط یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پہلے تین خلفا علی اور ان کے خاندان کے دشمن تھے اور یہ کہ ان خلفا کی پالیسی بڑی حد تک کربلا کے قتل عام کی ذمہ دار تھی ہم یقین کرتے ہیں کہ سنیوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ان تین خلفا کی تعریف و توصیف کا ان خاص دنوں میں اعلان کریں اور ہم سمجھتے ہیں کہ شیعہ بالکل جائز طور سے یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ مدح صحابہ کے اجتماع اور جلوس ان ایام میں جوابی مظاہرات کے سوا اور کچھ نہیں ہیں جو توہین و دلآزاری کی نیت سے کئے جاتے ہیں چونکہ یہ ایسا ہی ہے اس لئے ہماری رائے ہے کہ ایسے اجتماع اور جلوس ان ایام میں بجا طور پر ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔

ہم اپنے یقین کو پہلے ہی ظاہر کر چکے ہیں کہ گورنمنٹ کا منشا یہ نہ تھا کہ دوسرے ایام کے لئے بھی مدح صحابہ کو لازماً ممنوع قرار دیا جائے گورنمنٹ کی توجہ اس کی طرف مبذول کرائی گئی کہ جھنڈے لیکر جلوس نکالے جاتے ہیں اور ان میں تین ابتدائی خلفا کی مدح پڑھی جاتی ہے خاص کر ڈھائی ماہ کی اس مدت کے دوران میں جو کچھ عرصہ قبل عشرہ سے شروع ہوتی ہے اور ۱۲ رمضان سے کچھ عرصہ بعد ختم ہوتی ہے اور جسے شیعہ زمانہ عزا سمجھتے ہیں یہ خیال کیا گیا کہ ان جلوسوں کا مقصد شیعوں کی دلآزاری کرنا تھا یہی وہ سبب تھا جس کی بنا پر گورنمنٹ نے کہا کہ ان جلوسوں کی اس زمانہ میں یا کسی دوسرے وقت میں اجازت نہیں دی جاسکتی ایک سنی مذہبی لیڈر نے جو ہمارے سامنے بحیثیت گواہ کے پیش ہوئے یہ بیان کیا کہ دلآزاری کرنے کے مقاصد سے مدح صحابہ کبھی نہ پڑھی جانا چاہیئے اور اس لئے ہم خیال کرتے ہیں کہ سنیوں کو گورنمنٹ ریزولیوشن میں صراحت شدہ اصول سے کوئی اختلاف نہ ہوگا

اصلی سوال یہ ہے کہ مدح صحابہ کی پبلک میں خوانندگی کیا توہین و دلآزاری کی دیدہ و دانستہ کوشش بجا طور پر قرار دی جاسکتی ہے؟ چونکہ اس سوال کا جواب حالات پر منحصر ہے اس لئے ہم اپنے دوسرے امر تنقیح طلب کے سلسلہ میں بہتر طور پر اس سے بحث کریں گے۔

سنی شکایت کرتے ہیں کہ ۱۹۳۵ء سے لکھنؤ میں مجسٹریٹ اور پولیس گورنمنٹ کے منشاء سے آگے بڑھ گئے ہیں بایں معنی کہ انہوں نے مدح صحابہ کی خوانندگی ہر وقت اور ہر پبلک مقام پر ممنوع قرار دیدی ہے ہم نے واقعات کی ایک مختصر تاریخ پہلے ہی بیان کردی ہے اور اب پھر اس کا دہرانا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے جہاں تک کہ مدح صحابہ کے عشرہ اور چہلم کے جلوسوں کے وقت میں روکے جانے کا تعلق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ گورنمنٹ کی ہدایت کے مطابق کارروائی کی گئی ہے جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ لازماً اختیار کرنا چاہیئے۔

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا بارہ وفات کا مجوزہ جلوس اور ٹیلہ مسجد سے جمعہ کے جلوس روکے جانا چاہیئے تھے قبل اس کے کہ ہم اس سوال کے اصلی پہلوؤں پر بحث کریں ہمیں سنیوں کے اس پیش کردہ استدلال پر غور کرنا ہے کہ مجسٹریٹ اور پولیس یہ اپنے ذمہ نہ لیں کہ قبل وقوع واقعہ یہ طے کریں کہ مدح صحابہ کی پبلک میں خوانندگی قطعی طور پر جارحانہ ہے اور اس بنا پر اسے ممنوع قرار دیدیں وہ شکایت کرتے ہیں کہ انہیں کبھی اسکا موقعہ نہیں دیا گیا کہ وہ عدالت قانون سے یہ مسلم کرائیں کہ ایسی خوانندگی جارحانہ نہیں ہے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ مدح صحابہ پڑھنے والوں سے ہمیشہ یا تو زیر دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند امن قائم رکھنے کی ضمانت لے لی گئی ہے یا انہیں زیر دفعہ ۱۸۸ تعزیرات ہند جو ان لوگوں کے لئے سزا معین

کرتی ہے جو مجسٹریٹ کے مطابق آئین جاری کردہ حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں سزا دی گئی وہ کہتے ہیں کہ مبینہ ملزمین کو زیر دفعہ ۲۰۰ تعزیرات ہند سزا دی جانا چاہیئے تھی جو ان لوگوں کے لئے سزا مقرر کرتی ہے جو دیدہ و دانستہ دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح کرتے ہیں وہ یقیناً مقدمہ سوتھیالو چیٹی بنام بابن صاحب کے اس نظریہ کی آڑ لینا چاہیں گے کہ مجسٹریٹ کو عام طور پر یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی مسئلہ پر قانون کا اعلان کر دے اور حکم امتناعی کے ذریعہ اس قانون کے توڑے جانے کا قبل از وقت اندیشہ کرے لیکن ایک عام حکم جاری کر دینا اور بات ہے جیسا کہ اس کیس میں مجسٹریٹ نے کیا یعنی اس نے مسجد کے سامنے کسی وقت بھی باجہ کا بجانا ممنوع قرار دے دیا اور یہ بالکل دوسری بات ہے کہ ایک خاص حکم مخصوص معلوم شدہ حالات میں ایک ایسا فعل روکنے کے لئے جس سے امن شکنی یا پبلک یا اس کے کسی حصہ کی دلآزاری یا زحمت دہی ہونے کا قرینہ ہو نافذ کیا جائے ضابطہ فوجداری کی دفعات ۱۰۷، ۱۴۴ بھی اس ملک کے قانون کا اسی طرح جزو ہیں جس طرح تعزیرات ہند کی دفعات اور مجسٹریٹ کا جس قدر فریضہ یہ ہے کہ وہ ارتکاب جرائم کی سزا دے اسی قدر یہ فرض بھی ہے کہ وہ جرائم کے ارتکاب کو روکے مجسٹریٹ عام طور پر اس میں حق بجانب ہے کہ وہ ایک بے ضرر فعل کو صرف اس لئے روک دے کہ کچھ مفسد عناصر اس پر غیر معقول اعتراض کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ امن شکنی کا موقعہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن اگر کسی فعل پر اعتراض ہو تو اسے یہ لازماً طے کرنا ہوگا کہ آیا وہ فعل بے ضرر ہے یا وہ کافی دلآزاری یا زحمت کا سبب دوسروں کے لئے ہے؟ اگر فعل بے ضرر ہے تو اسے اس کی انتہائی کوشش کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں کی محافظت کرے جو اسے انجام دینا چاہتے ہیں اور انہیں دبائے جو اس پر معترض ہوتے ہیں لیکن اگر وہ فعل دلآزاری یا زحمت کا باعث ہو تو اسے بالکل اسی طرح مداخلت کرکے ان لوگوں کی حفاظت کرنا چاہیئے جن کی دلآزاری یا پریشانی ہوتی ہو ہم نہیں سمجھے کہ سنی کوئی شکایت معقول طور پر کر سکتے ہیں اگر لکھنؤ کے مجسٹریٹ یہ طے کرنے میں اپنے اختیار تمیزی سے کام لیں جو انہیں قانون نے دیا ہے کہ آیا کوئی خاص جلوس دلآزاری کرنے یا امن شکنی کی ہمت افزائی کرنے کے لئے نکالا جا رہا ہے یا نہیں۔

ہم یہ بھی ضرور کہیں گے کہ یہ کہنا بالکل صحیح نہیں ہے کہ جو لوگ مدح صحابہ پڑھنا چاہتے ہیں انہوں نے اپنے افعال کے جواز کی جانچ کسی قانونی عدالت میں کرانے کا موقع کبھی نہیں پایا ان دو آدمیوں سے جنہوں نے ۱۹۳۵ء میں جلوس چہلم کے دوران میں مدح صحابہ پڑھی یا دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دلائی امن قائم رکھنے کے لئے زیر دفعہ ۱۰۷ قانون فوجداری مچلکہ اور ضمانت لی گئی یہ دفعہ اجازت دیتی ہے کہ اگر کوئی

شخص امن شکنی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا اگر وہ کسی غیر آئینی فعل کے ذریعہ امن شکنی کی ترغیب دلاتا ہے تو اس سے مچلکہ ضمانت لے لی جائے نہ تو مدح صحابہ پڑھنا اور نہ مدح صحابہ پڑھنے کی ترغیب دلانا بجائے خود امن شکنی نظر آتا ہے جہاں تک خیال ہے ان لوگوں سے امن شکنی کی ترغیب دلانے کی بنا پر مچلکہ ضمانت لی گئی انہوں نے سشن جج کے یہاں اپیل کی اور پھر ادوھ چیف کورٹ میں درخواست دی کہ ان کے خلاف جو حکم ہوا ہے اس پر نظر ثانی کی جائے وہ یہ ادعا کر سکتے تھے کہ ان کا فعل غیر آئینی نہیں تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور ان کے دوسرے استدلالات مسترد کر دیئے گئے۔

شیعوں نے اپنے میمورنڈم میں تین مثالیں پیش کی ہیں جن میں خود سنیوں نے شیعوں کے مراسم کو انو ولیشن ہونے کی بنا پر ممنوع قرار دلانے میں کامیابی حاصل کی ان میں سے دو حکم امتناعی ردولی اور آگرہ میں صادر ہوئے تھے۔ سنیوں کے لائق وکیل نے بحث میں یہ کہا کہ اگر غیر مناسب احکام کسی دوسرے مقام پر نافذ کئے جائیں تو وہ اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتے کہ لکھنؤ میں ویسے ہی غیر مناسب احکام صادر کئے جائیں تیسرا واقعہ یہ تھا کہ شیعوں کو لکھنؤ میں ایک جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی گئی جس میں ایک تابوت (یا نقل جنازہ) اٹھایا جانے والا تھا جسے پیغمبر کا جنازہ سمجھا جاتا تھا لائق وکیل نے بحث کی کہ یہ جلوس اس وجہ سے ممنوع نہیں قرار دیا گیا تھا کہ یہ انو ولیشن تھا بلکہ اس لئے کہ وہ مذہب سنی کی کھلی ہوئی توہین تھی ان استدلالات کے احترام میں ہم نے ان واقعات کا اظہار مذہبی مراسم میں انو ولیشن کے موضوع پر بحث کے سلسلے میں نہیں کیا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ رپورٹ کے اس حصہ میں ہم کو تیسرے واقعہ کی طرف ضرور توجہ مبذول کرنا چاہیئے اس لئے کہ امتناعی احکام کے متعلق سنیوں کی بحث کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ مجسٹریٹ کو جلوس نہ روکنا چاہیئے تھا بلکہ اس کے بانیوں کو بعد میں زیر دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند ماخوذ کرنا چاہیئے تھا اس معاملہ میں سنیوں کا فعل خود ان کے استدلال کے مطابق دموافق نہیں معلوم ہوتا اور باوجودیکہ اس واقعہ کو کئی سال ہو گئے ہیں تاہم اس میں تقریباً کوئی شک نہیں ہے کہ اگر اس وقت اس قسم کا جلوس شیعہ نکالنے کا ارادہ کریں تو سنی پھر مجسٹریٹ سے متوقع ہوں گے کہ وہ پھر وہی کارروائی کریں۔

اس بحث کو تسلیم کر لینے میں اور بھی بہت سی عملی دشواریاں پیدا ہوں گی کہ مجسٹریٹ امتناعی اقدام سے انکار کر دیں بلکہ وقوع واقعہ کے بعد ماخوذ کرنے پر قناعت کریں خلیفہ ثالث عثمان کو بہت سے باغیوں نے مل کر قتل کیا تھا جن میں ایک محمد ابن ابوبکر بھی تھے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا شیعہ بڑا احترام کرتے ہیں اور شیعہ تجویز کرتے ہیں کہ ان کو بھی محمد ابن ابوبکر کے احترام میں جلوس

نکالنے کی اجازت دی جائے ہم کو شبہ ہے کہ سنی اس پر راضی ہو جائیں گے کہ ایسے جلوس نکالے جائیں اور اگر وہ ان کے ممنوع قرار دیئے جانے کا مطالبہ نہ بھی کریں تو اس قسم کے مظاہرات اور جوابی مظاہرات سے کسی نہ کسی وقت ناگزیر طور پر شدید نقص امن واقع ہو جائے گا۔

ہم گمان کرتے ہیں کہ فریقین اپنے ہی جھگڑے میں اس قدر محو ہیں کہ ان کو یہ خیال نہیں ہے کہ لکھنؤ میں ہندو اور دوسرے بھی موجود ہیں جو سڑکوں اور پبلک مقامات کے استعمال پر ان کا اتنا ہی مساوی حق رکھتے ہیں ان لوگوں کو اس توقع کا حق ہے کہ مجسٹریٹ اور پولیس حتی الامکان ان کو پریشانیوں تکلیفوں اور خطرہ سے محفوظ رکھیں گے جو نتیجۃً رونما ہوں گے اگر شیعوں اور سنیوں کے درمیان فساد واقع ہو گا۔

ہم کو اس امر میں شک نہیں ہے کہ منتظم حکام مجبور تھے کہ وہ انتظامی کارروائی عمل میں لائیں اگر ان کی رائے میں مدح صحابہ کے جلوس اشتعال انگیز تھے اور ان سے نقص امن ہو جانے کا اندیشہ تھا لیکن ہم کو پھر بھی یہ غور کرنا باقی ہے کہ آیا یہ رائے حق بجانب تھی یہ ایک بڑا اہم سوال ہے اس لئے کہ غالباً فریقین کے درمیان یہی اصلی قابل تصفیہ امر ہے ٹھیک طور سے دیکھا جائے تو سنیوں کی بحث کا دارومدار اس مفروضہ پر معلوم ہوتا ہے کہ مدح صحابہ کے جلوس بے ضرر ہیں ہم نے پہلے ہی واضح کر دیا ہے کہ بعض حالات میں یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے ہم دوسرے حالات کا تصور کر سکتے ہیں جن میں ممکن ہو کہ یہ مفروضہ صحیح ہو سکے اگر کسی وقت بھی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا کہ مدح صحابہ کی خوانندگی کمل طور سے ایک آزاد مذہبی تقریب ہے جس کا کوئی تعلق شیعوں سے یا شیعوں کی کسی رسم سے نہیں ہے تو ہم نہیں خیال کرتے کہ اس وقت شیعہ معقول طور سے اس پر معترض ہو سکتے۔ سوال زیادہ تر نیت کا ہے لیکن نیت کا پتہ محض عمل سے چل سکتا ہے۔ اور جب ہم سنیوں کے ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے عمل کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اسبات کا یقین کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں میں مدح صحابہ پڑھنے کی خواہش اس جذبہ کے ماتحت پیدا ہوئی جو شیعوں کے خلاف تھا۔ حال کے ایجی ٹیشن کی ابتدا ۱۹۳۵ء میں چہلم کے دن تعزیہ کے جلوس کے اندر مدح صحابہ پڑھنے کی کوشش سے ہوئی اس کے بعد ہی اس طرح کی کوشش عشرہ اور چہلم ۱۹۳۶ء میں کی گئیں ہم واضح کہہ چکے ہیں کہ یہ وہ دن ہیں جو خاص طور سے شیعوں کے لئے متبرک ہیں اور یہ وہ دن ہیں جن میں پہلے تین خلفا کی مدح بالخصوص بے محل ہے اس وقت تک کبھی ان مواقع پر یہ تعریفیں گانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی جس سے شیعوں کو کوئی تعلق نہیں ہے بعد میں بارہ وفات اور جمعہ کے دن مدح صحابہ پڑھنے کی کوشش ان ہی پہلی کوششوں کے نتیجہ میں ہوتا

ہوگئیں اور اس ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں بھی سنیوں نے شیعوں سے ایک مقابلہ شروع کیا اور اُن کا اصلی مقصد فتح حاصل کرنا تھا انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ شیعوں کے اختلاف کے باوجود عام طور پر مدح صحابہ گائیں گے اور اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ان کا یقیناً ارادہ تھا کہ شیعہ ان کی اس ناسمجھی سے آگاہ ہو جائیں شیعوں کو بارہ وفات کے جلوس میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا ۱۲ جون کو جلوس کے بعد ایک جلسہ کیا گیا جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ مدح صحابہ پڑھی گئی حالانکہ یہ بالکل صحیح نہ تھا نیلدن مسجد پر سے جلوس نکالنے کے ارادے کا پورے طور سے اعلان کیا گیا اگر سنیوں نے شیعوں پر غلبہ حاصل کرنے کے کسی خیال کے بغیر محض اپنے خلفا کی مدح کرنا چاہی ہوتی تو انہوں نے کسی ایسے پرسکون عنوان سے جس سے دوسروں کی خلل اندازی نہ ہوتی پبلک میں مدح صحابہ پڑھی ہوتی لیکن انہوں نے بھی سب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایجی ٹیشن کے ابھر جانے کے بعد بے شک بہت سے معزز سنیوں نے اس قضیہ میں عملی حصہ لیا کیونکہ انہیں حقیقتاً یقین تھا۔ حالانکہ ہمارے خیال میں انہوں نے غلط طور پر یقین کیا کہ ان کے مذہب کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا جا رہا ہے لیکن جب ہم واقعات پر مجموعی حیثیت سے غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یہ تحریک حتماً شیعوں کے خلاف شروع کی گئی تھی اور اس لئے حکام کی طرف سے بجا طور پر اس کی مخالفت کی گئی۔

سنی الزام دیتے ہیں کہ بعض مجسٹریٹوں اور پولیس افسران نے ان لوگوں کے خلاف جنھوں نے مدح صحابہ پڑھنے کی کوشش کی قانونی کارروائی کرنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ انھیں بالواسطہ طریق پر دق کرنے اور ستانے کی بھی کوشش کی۔ سنی کہتے ہیں کہ ان میں سے کچھ جو گرفتار کئے گئے تھے تاکہ ان سے دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے ماتحت چونکہ ضمانت طلب کی جائے مقدمہ چلائے بغیر بہت عرصہ تک عمداً جیل میں رکھے گئے سنی یہ بھی کہتے ہیں کہ پولیس نے جرمانے کی وصولی کے سلسلہ میں بغیر یہ تحقیقات کئے ہوئے کہ ... خود مجرم کا ہے یا نہیں مال قرق کر لیا نیز یہ کہ اصلی مالکان مال کی عذرداری پر اتنی جلد کارروائی نہیں کی گئی جتنی کہ جلد ہونا چاہیے تھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم کو ان افسران کی تنقید نہ کرنا چاہیے جن کو اپنے افعال کے صحیح ثابت کرنے کا ہمارے سامنے کوئی موقعہ نہیں ملا اور اس سبب سے ہم نے اس سوال پر کوئی رائے نہیں قائم کی کہ آیا سنیوں کی یہ شکایتیں حق بجانب ہیں یا نہیں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اس قسم کی ناجائز کارروائیوں کو جن کا الزام دیا گیا ہے آئندہ گوارا نہیں کیا جا سکتا خواہ ان کا ارتکاب زمانہ ماضی میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

ہماری رائے ہے کہ مقامی حکام کو معمول مدح صحابہ کے جلوسوں کو ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۶ء میں ممنوع

قرار دینے کے بارے میں حق بجانب تھا ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ یہ مان لینا چاہیے کہ پبلک میں مدح صحابہ پڑھنا ہمیشہ اور ہر حالت میں قابل اعتراض ہے لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ حکام کو ایسی ہی کارروائیاں ایسے حالات میں آئندہ بھی اختیار کرنا پڑیں گی خاص کر اس صورت میں جبکہ اگر سنیوں کا ایجی ٹیشن جاری رہا

پہلا سوال جو ہم سے کیا گیا ہے اس کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ گورنمنٹ ریزولیوشن میں جو اصول اور پالیسی متعین کی گئی ہیں وہ کسی طرح کی ترمیم کی متقاضی نہیں ہیں۔

دوسرے سوال کے متعلق ہمارا جواب یہ ہے کہ حکام ضلع نے لکھنؤ میں جو طریقہ کار اختیار کر رکھا ہے ترمیم کا متقاضی نہیں ہے بشرطیکہ اس میں اس طرح کی ناجائز کارروائیاں شامل نہ ہوں جن کا مقصد سنیوں کو دق کرنا اور ستانا ہو نیز بشرطیکہ جس بنا پر مدح صحابہ کا پبلک میں پڑھا جانا ممنوع قرار دیا جائے وہ یہ ہو کہ اس مدح خوانی سے پبلک کو دشواریاں ہوں گی یا شیعوں کی معقول دلآزاری ہوگی

آخر میں ہم یہ مخلصانہ امید ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں فرقوں کے لیڈران اپنے نا سمجھ متبعین کی زیادتیوں اور اشتعال انگیز کارروائیوں کے دبانے کی کوشش کریں گے لکھنؤ کے شیعوں اور سنیوں کو ایک ساتھ زندگی بسر کرنا ہے اور اگر اختلافی امور پر جارحانہ افعال اور اخبارات کے گندی فضا میں برابر زور دیا جاتا رہے گا تو ان کے درمیان ایسی مستقل صلح و دوستی کی تقریباً کوئی امید نہیں ہے جس کی ہر فرقے کے سمجھدار آدمی کو لازماً خواہش ہوگی ہمیں بھروسہ ہے کہ ہر فرقے کے لیڈران باہمی رواداری کا جذبہ پیدا کرنے کی پرخلوص کوشش کریں گے اس لئے کہ صرف اسی ایک ذریعہ سے وہ یکجہتی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں تمام شد دستخط اے جے ڈبلو آلسپ مسٹر ایچ ایس راس

۱۵ مئی ۱۹۳۸ء

گورنمنٹ ریزولیوشن برطبق رپورٹ کمیٹی مذکور

سنہ ۱۹۳۶ء سے لکھنؤ کے شیعہ اور سنیوں کے تعلقات میں جو افسوسناک کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اس کے سلسلہ میں ہز ایکسی لینسی گورنر نے ۱۴ ر نومبر اور ۱۹ ر دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء کو علی الترتیب ہر دو جماعتوں کے مقتدر نمائندوں اور ممبروں کو شرف باریابی بخشا تھا ہز ایکسی لینسی نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ لیڈران اس اختلاف کو باہمی سمجھوتے سے طے کرنے کی کوشش کریں گے اور گورنمنٹ کا یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ اگر باہمی گفت و شنید سے کوئی حل نہ نکل سکا تو گورنمنٹ

ایک غیر جانب دار اور ذمہ دار کمیٹی مرتب کرے گی کہ وہ ان مسائل کی جانچ کر کے گورنمنٹ میں اپنی سفارش پیش کرے آپس میں سمجھوتہ کی کوشش کی گئی اور گفت و شنید کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا لیکن بدقسمتی سے یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی

۲۔ اس لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو مسٹر جسٹس آسپ جج ہائی کورٹ الہ آباد بحیثیت صدر کمیٹی و مسٹر ایچ۔ ایس۔ راس سینئر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بحیثیت ممبر کمیٹی پر مشتمل تھی حسب ذیل تنقیحات فیصلہ طلب تھیں:-

اوّل۔ کیا تازہ واقعات کی روشنی میں وہ اصول اور پالیسی جو گورنمنٹ ریزولیوشن مورخہ ۷؍ جنوری ۱۹۰۹ء کے ذریعہ طے ہوئی ہے قابل ترمیم ہے؟

دوم۔ کیا وہ طرز عمل جو حکام لکھنؤ نے اس سلسلہ میں اختیار کیا کسی ترمیم کا محتاج ہے؟

کمیٹی کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنا نظام عمل خود معین کرے اور اپنی رپورٹ کسی قریبی تاریخ میں گورنمنٹ کو بھیجدے۔

۳۔ کمیٹی نے ۲۰؍ اپریل ۱۹۲۷ء سے اپنا کام شروع کیا اور وہ ہر دو جماعتوں کے نمائندوں سے ملے اس پیچیدہ مسئلہ کے متعلق ہر طرح کی رائے کمیٹی کے روبرو پیش ہوئی فریقین جو شہادتیں پیش کرنا چاہتے تھے وہ قلمبند کی گئیں۔ کئی روز تک فریقین کی بحث سنی گئی اس کے بعد کمیٹی نے مناسب طریقہ پر اپنی رپورٹ گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کی جو اب عام اطلاع کے لئے گورنمنٹ یو۔پی کے احکام کے ساتھ شائع کی جاتی ہے ہم اس بات کا پورا یقین رکھتے ہیں کہ کمیٹی نے جس صبر و غیر جانبداری سے کام لیا اس کا عام طور پر احترام کیا جائے گا ہم مسٹر جسٹس آسپ اور مسٹر راس کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں

۴۔ کمیٹی نے ان مسائل کا جو اس کے سپرد کئے گئے تھے فیصلہ کیا اور وہ کمیٹی کی رپورٹ کے خاتمہ پر موجود ہیں اور وہیں سے مختصراً ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اول۔ اس اصول اور پالیسی میں جو گورنمنٹ ریزولیوشن مورخہ ۷؍ جنوری ۱۹۰۹ء کے ذریعہ طے ہوئی ہے اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم۔ حکام ضلع لکھنؤ نے جو طریق کار اختیار کیا اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ اس میں وہ ناجائز کارروائیاں نہ شامل رہی ہوں جن کا مقصد سنیوں کو بلاوجہ دشواریوں میں پھنسانا

اور چڑانا ہو اور بشرطیکہ جس بنا پر مدح صحابہ کی عام مقامات پر پڑھنے کی ممانعت ہے اس سے پبلک کو تکلیف پہنچتی ہو یا شیعوں کی جائز طور پر برہمی ہوتی ہو

نتیجہ میں انہوں نے مخلصانہ امید ظاہر کی ہے کہ ہر دو جماعت کے لیڈر اس امر کی کوشش کرینگے کہ ان کے زائد نا سمجھ پیرو دنجاد اور اشتعال انگیز کارروائیوں سے پرہیز کریں وہ امید کرتے ہیں کہ دونوں جماعتوں کے لیڈر مخلصانہ جدوجہد کریں جس سے آپس میں باہمی رواداری کی اسپرٹ پیدا ہو سکے اور صرف اسی طریقہ سے وہ امن و اطمینان کی زندگی لبسر کر سکتے ہیں۔

۵۔ صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ نے بہت زیادہ توجہ اور اور مسلسل غور کے ساتھ ان مباحثوں اور نتائج کا مطالعہ کیا جو اس رپورٹ میں وضاحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور گورنمنٹ کیٹی کے فیصلہ کو منظور کرتی ہے۔

ہم اسے واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ سنیوں کا یہ حق کہ وہ پبلک یا پرائیویٹ مقامات پر ہر سہ خلفا کی مدح کر سکتے ہیں یا نہیں مابہ النزاع نہیں ہے بلاشبہ ان کو یہ حق حاصل ہے جو چیز باعث نزاع ہے وہ طرز عمل اور حالات ہیں جن میں کہ وہ لکھنؤ میں اس طرح کی مدح صحابہ پڑھنا چاہتے تھے جب مختلف جماعتوں کے عقائد و نقطۂ نظر میں اختلاف ہو تو گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ وہ پبلک کی خوشحالی اور اور سہولت کے توازن کو برابر رکھنے کی کوشش کرے کیٹی کا فیصلہ اس واضح و مسلم اصول پر مبنی ہے۔

صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ تہ دل سے اس امید کی تائید کرتی ہے جو کیٹی کی طرف سے ظاہر کی گئی ہے کہ یہ منافشات جو بہت دنوں سے جاری ہیں ختم ہو جائیں اور دونوں جماعتیں اپنے مذہبی عقائد کو باہمی سمجھوتے اور آسانی کے ساتھ انجام دے سکیں فرقہ وارانہ جھگڑے قائم رہنا ہر دو جماعت کے شہریوں کی شہری زندگی اور پبلک اسپرٹ کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور اس کا ناخوشگوار اثر بحیثیت مجموعی لکھنؤ پر پڑ رہا ہے گورنمنٹ بہت زیادہ مضطرب ہے کہ شیعہ اور سنیوں کے تعلقات رفتہ رفتہ بہتر ہو جائیں اور ان میں پھر ایکبار صلح و آشتی پیدا ہو سکے ہم لیڈران کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ وہ معاملات پر ایک وسیع نکتۂ نظر سے نگاہ ڈالیں اور ایسی صلح کے لئے اپنی کوشش جاری رکھیں جو دونوں فریق کے لئے قابل قبول اور باعث اطمینان ہو

حسب الحکم چیف سیکرٹری گورنمنٹ صوبہ متحدہ

حکومت یو۔پی کا تازہ بیان

قضیہ مدح صحابہ کے متعلق حکومت نے ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء کو حسب ذیل سرکاری بیان شائع کیا ہے:۔

"حکومت نے اپنے گذشتہ نومبر کے بیان میں بتایا تھا کہ سنی اپنے مکانوں میں، مسجدوں میں اور میلاد شریف کے موقعہ پر بغیر کسی مداخلت کے مدح صحابہ پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد جو کچھ فیصلہ کرنے کو رہ گیا تھا وہ یہ تھا کہ حکومت سنیوں کو پبلک جلسہ میں یا جلوس میں مدح صحابہ پڑھنے کا ایک موقعہ کب دے گی اس کے بارے میں حکومت نے یہ کہا کہ وہ ایسا کرنے کا ارادہ کر رہی ہے لیکن چونکہ اس وقت شیعوں اور سنیوں کے درمیان گفتگو جاری تھی۔ حکومت کے لئے پسندیدہ نہ تھا کہ وہ خود اپنے فیصلہ کا اعلان کر دے اس وقت سے یہ مسئلہ اپنی طرف حکومت کی خاص توجہ مبذول کرائے ہوئے تھا لیکن ایک طرف تو لکھنؤ کی غیر اطمینان بخش و پریشاں فضا کی وجہ سے اور دوسرے حکومت کی اس خواہش کی وجہ سے کہ اس امر میں دونوں فرقوں کے درمیان کوئی خوبصورت سمجھوتہ ہو جائے وہ اپنے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکی جس کا اظہار گذشتہ نومبر میں کیا گیا تھا اس دوران میں بعض حلقوں میں تین دن والے امتناع کے متعلق شبہ ظاہر کیا گیا حکومت اس پوائنٹ پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی اس لئے کہ سنیوں کے مدح صحابہ پڑھنے کے حق کو کسی ایک دن کی استثناء کے بغیر متذکرہ بالا بیان میں پہلے ہی تسلیم کیا جا چکا ہے یہ حق بہت سے دوسرے شہری حقوق کی طرح محض اس شرط کا تابع ہے کہ وہ حکام ضلع کے زیر اثر رہے گا کہ وہ اس کی روک تھام اور حد بندی صرف قیام امن و امان کی خاطر کر سکیں گے یہ پابندی ناگزیر ہے اور پبلک کا کوئی طبقہ اس سے بچ نہیں سکتے

لہٰذا گذشتہ نومبر کے پریس میں دیئے ہوئے بیان کے سلسلے میں حکومت بہا نیر اعلان کرتی ہے کہ سنیوں کو ہر حالت میں ہر سال بارہ وفات کے دن ایک پبلک جلسہ اور ایک جلوس میں مدح صحابہ کے پڑھنے کا موقعہ دیا جائیگا اس شرط کے بتحت کہ اس کا وقت اور راستہ حکام ضلع مقرر کرینگے۔

(منقول از اخبار سرفراز بحوالہ اخبار پائینر)

آخری گذارش

آلسپ کمیٹی کی رپورٹ ملاحظہ کرنے کے بعد ناظرین کرام بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ قضیۂ مدح صحابہ کی ابتدا کب سے اور کن حالات کے ماتحت ہوئی خلاصہ یہ ہے کہ شیعانِ لکھنؤ قدیم زمانہ سے ہر سال محرم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا غم مناتے ہیں۔ سنی حضرات بھی اکثر اس میں حصہ لیتے رہے ہیں لیکن انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں جب لکھنؤ میں عشرہ کے دن کربلائے تالکٹورہ کے آس پاس میلہ لگنے لگا اور وہاں بجائے علاماتِ غم کے خوشی وانبساط کے جشن و مناظر نظر آنے لگے تو شیعوں نے حکامِ ضلع سے اس میلے اور بے جا طریق عمل کو بند کرنے کی درخواست کی جس پر بعض ناعاقبت اندیش سُنّیوں نے احتجاج کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے لئے ایک علیحدہ سنی کربلا بنادی گئی۔ لیکن بے جا ضد کا مظاہرہ اب بھی ختم نہیں ہوا اور بعض سُنّیوں نے تعزیہ کے ساتھ ذکرِ حسین کے بجائے چار یاری نظموں کا پڑھنا شروع کردیا۔ جو شیعوں کو بجا طور پر ناگوار ہونا چاہئیے تھا۔ آج بھی اگر کوئی شخص مسلم لیگ کے جلوس یا جلسہ میں احراری عقائد کی تبلیغ کرنے لگے یا احراری جلسہ میں مسلم لیگ کے لیڈر کی تعریف بیان کی جائے (اگرچہ تعریف ہے مذمت نہیں ہے) تو اس کو کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ مدح صحابہ سنی مساجد اور میلاد میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور آج بھی ہوتا ہے اس پر کبھی اعتراض نہیں گیا نہ کسی کو اعتراض کرنے کا حق ہے۔

بہر حال یہ ظاہر ہے کہ بعض ضدی اور نافہم مسلمانوں نے اس چنگاری کو روشن کیا تھا جس نے بدقسمتی سے ترقی کر کے آج یہ خوفناک صورت اختیار کرلی ہے وہ ہستیاں جو اس تحریک کی بانی ہیں آج اسلام کے گلے پر چھری پھیر رہی ہیں کاش وہ ایک گہری نظر سے اس خطرناک کیفیت کا مطالعہ کریں جو ان کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوگئی ہے اور جس کی وجہ سے غیر مسلم اقوام آج ہمارا تمسخر اڑا رہی ہیں۔

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

مترجم